ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

خدا کی دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو

''پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضا اور تمہارے قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں کیونکہ جو بات دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانچ سو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو جو شخص ان حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا''۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم)

پیغام الٰہی

''رسول اس پر ایمان لاتا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اُس کی طرف اُتارا گیا اور مومن (بھی) سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے۔(البقرہ285:2)

''مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر کچھ شک نہیں کرتے، اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔'' (الحجرات49 :15)

''ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنایا اور وہ (دوسروں) سے نیکی کرنے والا ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔'' (البقرہ2 :112)

''اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ جنہیں علم دیا گیا۔'' (المجادلہ58 :11)

''اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک کر اور ناپاکی سے دور رہ۔'' (المدثر74 :3-5)

''بے شک اللہ (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور وہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔'' (البقرہ2 :222)

''(اسے) پڑھ جو تیری طرف کتاب سے وحی کیا گیا ہے اور نماز قائم رکھ۔ نماز بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے۔'' (العنکبوت29 :45)

''تم اپنی نمازوں اور وسط کی نماز کی محافظت کرو اور اللہ کے فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ2 :238)

''اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف (تک) نہ کہہ اور نہ اُن کو ڈانٹ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر۔ اور اُن دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری کا بازو جھکا۔ اور کہہ اے میرے رب! تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔'' (بنی اسرائیل17 :23-24)

بحرِ حکمت کے موتی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ ہی پر عمل کرنے کی فکر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور انسان جھوٹ کو اختیار کرتا ہے اور اسی کے لئے فکر مند رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کے متعلق تذکرہ ایسی صفت کے ساتھ کرنا جو اس کو ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر میں اپنے بھائی کی کوئی ایسی برائی ذکر کروں جو واقعی اس میں موجود ہو (تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا غیبت تب ہی ہوگی جبکہ وہ برائی اس میں موجود ہو۔ اگر اس میں وہ برائی موجود ہی نہیں تو تُو نے اس پر بہتان باندھا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کبریائی میری چادر ہے، عظمت میری ازار ہے جس نے ان دونوں میں سے کوئی چیز مجھ سے لینے کی کوشش کی تو میں اسے آگ میں داخل کروں گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہادر وہ نہیں ہے جو کسی پہلوان کو پٹخ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو اپنے قابو میں رکھے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ اس کے نقصان کو اس سے دور کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی پاسبانی اور نگرانی کرتا ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت انس اور عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال یعنی کنبہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری مخلوق میں سے زیادہ محبت اس شخص سے ہے جو اس کے عیال کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔ (البیھقی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم کے قلوب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آجاتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! دلوں کے اس زنگ کے دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرنا۔ (البیھقی و مشکوٰۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھے اور بُرے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور بھٹی جلانے والا، مشک رکھنے والا یا تو تمہیں مشک دے گا یا تم اس سے مشک خرید لوگے یا کم از کم اس کی خوشبو سے تمہارا دل و دماغ معطر ہو جائے گا۔ بھٹی جلانے والا تو تمہارا کپڑا جلا دے گا یا کم از کم اس کی دل آزار بدبو سے تمہیں ضرور ہی واسطہ پڑے گا۔ (متفق علیہ)

ہماری جماعت کو اخلاقی طاقت پیدا کرنی چاہیے

کلمات طیبات حضرت مسیح موعودؑ

ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں جیسی طاقت رکھنے والوں کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں ۔ اصل بہادر اور شہ زور وہ نہیں جو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دے بلکہ اصل بہادر وہ ہے جو تبدیل اخلاق پر طاقت پاوے ۔ پس تم لوگ اپنی ساری ہمت اور طاقت تبدیل اخلاق پر صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری کا کام ہے ۔ میں گذشتہ تقاریر میں بیان کر چکا ہوں کہ خلق عظیم بڑی کرامت ہے جو خارق عادت امور کو بھی مشتبہ کر سکتی ہے مثلاً اگر آج کل معجزہ شق القمر کا ظہور ہو تو موجودہ زمانہ کے ہیئت دان اور فلاسفر فی الفور اس کو کسوف وخسوف کی ایک قسم قرار دے کر اس کی عظمت کو کم کرنا چاہیں گے اور پرانے معجزہ کو جو پیش کیا جاتا ہے ۔ ایک قصہ قرار دیتے ہیں پھر اور لیجئے ، یہی کسوف وخسوف جو ماہِ رمضان میں ہوا اور جو آیات مہدی میں سے ایک آسمانی نشان تھا میں نے سنا ہے کہ بعض معترضین کہتے ہیں کہ یہ تو از روئے علم ہیئت ثابت تھا کہ ماہ رمضان میں ایسا ہو، گویا یہ کہہ کر وہ اس حدیث کی جو حضرت امام باقرؒ سے مروی ہے وقعت کو کم کرنا چاہتے ہیں مگر یہ احمق اتنا نہیں سوچتے کہ نبوت ہر ایک شخص نہیں کر سکتا یعنی پیشگوئی کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدعی مہدویت کے زمانہ میں کسوف وخسوف فلاں فلاں تاریخ ماہ رمضان میں ہوگا جو ابتدائے آفرینش سے آج تک کبھی نہیں ہوا پس اگر عقلی طور پر کسی قسم کا اشتباہ ہو تو ایسے معترضین کو چاہیے کہ وہ تاریخی طور پر اس پیشگوئی کی عظمت کو کم کر دکھائیں یعنی کسی ایسے زمانہ کا پتہ دیں کہ جب ماہ رمضان میں کسوف وخسوف اس طرح پر ہوا ہو کہ اس سے پہلے کوئی مدعی مہدویت موجود ہو ۔ اور اسی طرح اس کی کسی نبی نے اپنے زمانہ میں پیشگوئی بھی کی ہو، مگر ایسا ہر گز ممکن نہیں کہ کوئی دکھلا سکے ۔ میری غرض اس واقعہ کے بیان سے صرف یہ ہے کہ خوارق پر تو کسی نہ کسی رنگ میں لوگ نکتہ چینی کر کے اسے ٹالنا چاہتے ہیں ۔ مگر انسان کی اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی شخص انگلی نہیں دھر سکتا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا اور قومی اعجاز اخلاق کا ہی دیا گیا تھا ۔ جیسا کہ فرمایا کہ انک لعلی خلق عظیم ۔ یوں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں لیکن آپؐ کے اخلاقی معجزات کا نمبر سب سے اوّل درجہ پر ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی اور نہ کبھی کر سکے گی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو اپنے اخلاق سیئہ اور عادات ذمیمہ کو ترک کرے خصائل حسنہ وافعال حمیدہ کو اختیار کرتا ہے وہی اس کے لئے کرامت ہے مثلاً اگر ایک شخص اپنی سخت مزاجی اور تند طبیعت اور غصہ کی عادات بد کو چھوڑ کر علم اور

عفو کی عادات اختیار کرتا ہے۔ یا بخل و امساک کو چھوڑ کر سخاوت اور حسد کی بجائے ہمدردی کو حاصل کرتا ہے تو بیشک یہ ایک بڑی کرامت ہے۔ اسی طرح خودستائی اور خود پسندی کو چھوڑ کر انکساری اور فروتنی اختیار کرنا بڑی کرامت ہے۔ پس تم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ کراماتی آدمی بن جائے۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے تو بس یہ ایک مدامی اور زندہ کرامت ہے کہ انسان اپنی اخلاقی حالت کو درست کرے۔ اور یہ ایسی کرامت ہے کہ جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا بلکہ دور تک اس کو نفع پہنچتا ہے۔ مومن کو چاہے کہ خلق اور خالق کے نزدیک اہل کرامت ہو جائے۔ بہت سے رند اور عیاش ایسے دیکھے گئے ہیں جو کسی خارق عادت نشان کے قائل نہیں ہوئے لیکن اخلاقی حالت کو دیکھ کر انہوں نے بھی سر جھکا لیا اور بجز اقرار ان کو کوئی دوسری راہ نہیں ملی۔ بہت سے لوگوں کی سوانح میں اس امر کو پاؤ گے کہ وہ اخلاقی کرامات کو ہی دین حق میں داخل ہوئے۔ اس لئے میں پھر پکار کر کہتا ہوں اور میرے دوست سن رکھیں اور میری باتوں کو ضائع نہ کریں اور ان باتوں کو ایک قصہ گو یا داستان کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں بلکہ میں نے یہ ساری باتیں نہایت دلسوزی اور سچی ہمدردی سے جو فطرتاً میری روح میں ہے کی ہیں۔ ان کو گوشِ دل سے سنیں اور ان پر عمل کریں۔

ہاں خوب یاد رکھو اور اسے سچ سمجھو کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ اس لئے اگر ہم عمدہ حالت میں اس جہان سے کوچ کرتے ہیں تو ہمارے لئے مبارکی اور خوشی ہے ورنہ بہت خطرناک حالت ہے، یہ یاد رکھو کہ جب انسان یہاں سے بُری حالت میں جاتا ہے تو مکان بعید اس کے لئے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے یعنی نزع کی حالت سے ہی اس میں تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انہ من یات ربہ

مجرماً فان لہ جھنم

لایموت فیھا ولا یحیی

یعنی جو شخص مجرم بن کر آئے گا اس کے لئے ایک جہنم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اول ص 111-113)

☆☆☆☆

پیغام سالانہ دعائیہ 2018ء

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

ترجمہ: ''اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

زمانہ گواہ ہے، کہ انسان نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں''۔ (سورۃ العصر)

اس سال کے دعائیہ کی تقاریر کا موضوع حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد الزماں، مسیح موعود و مہدی معہود اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد اور کامیابی پر مبنی ہے۔

میں نے پیغام کا آغاز سورۃ العصر سے کیا کیونکہ اس میں کامیاب زندگی اور موثر تبلیغ کے اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔

کسی بھی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے چار پہلو ضروری ہیں۔ ایمان، عمل، تبلیغ اور اس کی راہ میں پیش آنے والی تکالیف کا صبر سے برداشت کرنا اور ان پہلوؤں پر خود عمل کرتے ہوئے دوسروں کو تلقین کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اس زمانہ کے امام کی پہچان عطا فرمائی کم ہے اور اس کا حق ادا کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہر ایک کو اپنی پوری کوشش سے ان چار سنہری اصولوں پر عمل کرنے کی پوری اور انتھک کوشش کرنا لازم ہے۔

صرف احمدی ہونا کافی نہیں اگر ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو تو فقط اپنے حصہ میں گالیاں، رسوائیاں اور محرومیاں ہی آئیں گی۔ اگر ایمان کے ساتھ عمل شامل ہو تو خدا دوستی اور اس کی رضاء اور قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے جو ہمارے امام الزماں نے اس سلسلہ کی غرض و غایت قرار دی ہے۔

اس سال پہلی مرتبہ دعائیہ کسی اہم موضوع پر منعقد کیا جا رہا ہے تا کہ اس کے ذریعہ ہم اپنی نوجوان نسل کو ایک پیغام پہنچا سکیں کہ وہ اس جماعت سے کیوں منسلک ہیں۔ ان کے لئے اس سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھنے میں کیا فوائد ہیں اور وہ کیوں ان مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں جن میں سے وہ آئے دن گذرتے ہیں۔

ہمارے بزرگ جو جماعت کی تعلیمات کا علم رکھتے ہیں ان کے لئے یہ دعائیہ یاد دہانی کا کام سرانجام دے گا اور ان کے حوصلے اور عزم کو انشاء اللہ بڑھائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امام الزماں کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ ہمیں آنے والے وقتوں میں کامیابی عطا فرمائے اور ہمیں قرآن اور احادیث کی روشنی میں زندگیاں بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اختتامی خطاب و دُعا

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ دعائیہ'' مورخہ 31-12-2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔'' (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جانوں کی فکر کرو جو گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب تم ہدایت پر ہو۔ تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سو وہ تم کو اس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے۔'' (سورۃ المائدہ آیت 105)

کچھ دیر پہلے میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک بچی کی رونے کی مانوس آواز کانوں میں پڑی۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ آواز میری پوتی کی ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ اپنے والد کی پہلی تقریر اور پھر چار ماہ کی عمر میں اپنے دادا کی تقریر بھی سن لی۔ اللہ اس کی بھی زندگی کرے۔ ہر احمدی بچے کی زندگی اللہ برکت والی کرے۔ یہ حدیثِ مبارکہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''جس مسجد میں بچوں کی آوازیں آنی بند ہو جائیں، ان کا رونا دھونا نہ سنائی دے تو سمجھ لو وہ مسجد ویران ہو جائے گی'' ہمارے بچے جو کہ ہماری اُمیدیں ہیں اپنے بڑوں کی تقاریر بڑے جوش سے سن رہے ہیں۔ جو نوجوان یہاں بیٹھے ہیں ان کو میں سولہ سالوں سے بڑے ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ ابھی ہم میجر اقبال صاحب کی تقریر سن رہے تھے۔ اتنی اچھی تھی کہ ایک ایک لفظ پرو کر بول رہے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کا بہت ہنر دیا ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ کسی موضوع کو انتخاب کیا جائے جس پر تمام مقررین اظہارِ خیالات کریں میرے خیال میں اللہ تعالیٰ جس موضوع پر اظہار خیالات کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود مقررین کے دلوں میں تحریک کرتا ہے۔ آج سب نے دیکھا کہ سب نے ایک جیسی تقریریں، ایک جیسی باتیں، مایوسی سے نہ گھبرانے والی باتیں اور انشاء اللہ آئندہ آنے والی جماعت کو کامیابی کی اُمیدیں اور ان کے حصول کے طریقے بتلائے۔ ان پر اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جیسا کہ میں نے دعائیہ کے شروع میں کہا کہ حضرت مولانا محمد علیؒ کا فرمان ہے کہ ''دعائیہ سے کسی ایک بندے میں بھی تبدیلی آ جائے تو وہ دعائیہ کامیاب کہلائے گا'' اور اس میں بڑی حقیقت اور صداقت ہے۔

میں اپنی اکثر تقاریر، خطاب اور خطبات کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے کرتا ہوں اور اس سے بہتر اور دل کو چھونے والی اور اللہ تعالیٰ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے والی دُعا میرے ذہن میں نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس سورۃ کو ترتیب کے لحاظ سے پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ یہ ہر موقع پر پڑھی جاتی ہے اور ہم اس کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں۔ اس کی تلاوت اس لئے میں نے کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کہ ایسے حالات میں ہم آج اپنے دعائیہ کا آخری دن دیکھ رہے ہیں کم ہے۔

کچھ دیر بعد ہمارے مہمان ہم سے جدا ہو کر چلے جائیں گے۔ انہوں نے سفر اختیار کیا، تکالیف برداشت کیں، خرچے کئے، اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر ''دین کو دنیا پر مقدم'' کرنے کا ایک نمونہ دکھایا اور سفر میں جو مشکلات اور خطرات ہوتے ہیں ان کی پرواہ نہیں کی تو یہ ایک زندہ قوم کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ

اس قوم کو زندہ رکھے اور جو پودا امام وقت کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے لگوایا اس کو ہمیشہ پھلتا پھولتا رکھے۔ اس کو کاٹنے والا پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ مسیح موعود کا دعویٰ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نقصان نہیں پہنچنے دے گا کیونکہ اللہ کے ہاتھوں کا لگایا ہوا پودہ ہے۔

اس موقع پر میں سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ لوگوں نے محنت کی تو یہ کامیابی ممکن ہوئی کہ اس دعائیہ کو آج تین چار دن جو گزرے اس دوران عبادات میں شامل ہوئے، لوگوں سے نصیحتیں سنیں اور دل میں بے شمار ارادے کیے کہ انشاء اللہ ہم نے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی ہے اور اپنی زندگیوں کو تبدیل کر دینا ہے اور اپنا اپنا فرض نبھانا ہے۔ اس جماعت کو چلانا اور فروغ دینا ہر فرد کا فرض بنتا ہے۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ آیت پڑھی۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اس لئے کہ ہم سب نے ایمان لایا ہے سب ہی کو جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس پر کان دھرنے ہیں، اس کو چاہے کہ بچہ ہو یا بڑا ہو دل میں رکھے کہ یہ پیغام مجھے مخاطب کر کے قرآن میں فرمایا ہے۔ کوئی چھوٹا سا افسر یا کوئی ٹیچر کلاس میں بچے کو مخاطب کرے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور مخاطب کرنے والے کا حکم مانتا ہے۔ اگر اللہ کچھ ذاتی طور پر مخاطب کر کے کہے تو اسے بھی غور سے سننا ہے اور عمل کرنا ہے یہاں پر اللہ تعالیٰ یوں ہمیں مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی جانوں کی فکر کرو جو گمراہ ہوا وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک تم ہدایت پر ہو تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، سو وہ تم کو اس کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہم نے نہ صرف پڑھنا یا سننا ہے بلکہ اُس پر عمل بھی کرنا اور اللہ تعالیٰ ہمیں ضمانت دیتا ہے کہ گمراہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر ہم اللہ کی راہ میں زندگی گزار رہے ہوں۔ ہم جو عمل کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کس جذبے سے اس زمانہ میں اُس کا پیغام آگے لے کر چلتا ہے۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، مقررین نے بہت اچھے طریقے سے بتا دیا کہ کیسے خطرات ہیں اور کیا ہو رہا ہے اور گمراہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ٹھہرایا ہے۔ جو دین کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اللہ کہتا ہے کہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

صراط المستقیم کا مفہوم:

سورۃ الفاتحہ جس کو ہم ذاتی حیثیت میں بھی اور اجتماعی دعا کے لئے بھی پڑھتے ہیں، بار بار ہر رکعت میں **اھدنا الصراط المسقیم**، سیدھے راستے پر چلنے کی دعا مانگتے ہیں۔ **ہمارے ذہنوں میں واضح ہونا چاہیے کہ صراط المستقیم کیا ہے؟ عربی میں مستقیم کی روٹ ق۔ و۔ م ہے اور اس کا مطلب ہے توازن، درست راستہ، سیدھا راستہ اور استقامت والا راستہ۔ ہماری جماعت کا رستہ توازن اور رواداری کا رستہ ہے۔** دو نقطوں مثلاً آغاز سے آخیر تک کا سب سے چھوٹا فاصلہ سیدھی لکیر ہوتی ہے۔ **رسول کریم صلعم نے صراط المستقیم کی مثال بھی اس طرح دی کہ زمین پر ایک چھڑی سے ایک لکیر کاٹی اور کہا کہ یہ صراط المستقیم ہے اور دائیں اور بائیں دو لکیریں ڈالیں اور کہا کہ یہ صراط المستقیم سے ہٹ جانا ہے۔** اگر میں اپنی تین انگلیاں سامنے رکھوں تو درمیان والی بالکل سیدھی جا رہی ہے اور دائیں بائیں والی اس سے علیحدہ جا رہی ہیں۔ تو صراط المستقیم ایک ہی ہوسکتا ہے اور **صراط المستقیم کو ہمارے رب نے ہماری زندگیوں کا مقصد بنایا ہے کہ اس پر چلو اور اس کے لئے اس نے ہمیں ایک راستہ بتا دیا کہ ہم اُس پر چل کر جلد سے جلد اللہ تک پہنچ جائیں۔ یہ راستہ اُس تک پہنچاتا ہے تو پھر ہم اُس کے بندے بننے کے قابل ہو جاتے ہیں۔** سب دنیا کے لوگ اللہ کے بندے بن سکتے ہیں۔ ہم ایسا ارادہ کریں کہ ہم نے اللہ کا بندہ بننا ہے اور ان دنوں ہمیں سننے کو ملا کہ اللہ کا بندہ کیسے بننا ہے۔ **ہم پیدا ہی صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ہوئے ہیں اور وہی ہدایت کا راستہ ہے۔ اگر ہم اس سے بھٹک جاتے ہیں تو پھر ہم خدا سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔**

استقامت کیا ہے؟

استقامت یہ ہے کہ جتنے بھی آزمائے جاؤ اس پر صبر دکھاؤ اور صبر کے لئے

دعائیں مانگو اور اللہ کی عبادات کرو۔ اس پر اگر ہمیں چلنا اور قائم رہنا ہے تو پھر ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم سوچیں کہ ہدایت کہاں سے ملے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، **ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین** اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور اس کتاب میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ اگر ہم اپنی زندگی اللہ کے بتائے احکامات کے مطابق بسر کریں اور رسول کریم صلعم کے نمونہ پر چلتے رہیں تو ہی ہمیں اپنا مقصد حیات حاصل ہو سکتا ہے یعنی اپنا قرب دینے کے لئے، اپنی دوستی نوازنے کے لئے اور اس کی یاد میں زندگی بسر کرنے کے لئے، اس کی خوشنودی کے لئے اور ہر اچھا کام جو حکم ہے اس کو ادا کرنے کے لئے اور ہر بری بات کو چھوڑ دینے کے لئے۔

میرا اس دعائیہ کا پیغام:

اب میں آتا ہوں اس آیت کی طرف جس کی تفسیر ''ریویو آف ریلیجنز، الحکم کی جلدوں اور البدر'' میں بھی شائع ہوئی۔ یہی آیت میرا آج کا پیغام ہے۔ ''**یاایھا الذین علیکم انفسکم** '' اس آیت کی تشریح میں مدد لینے میں میں نے تقریباً تیس تفاسیر کا مطالعہ کیا لیکن تسلی بخش تشریح صرف امام الزماں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تشریح ہی میں پائی۔ ان کے الفاظ میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں اور اس کو غور سے سننے اور عمل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

یاایھا الذین امنو علیکم انفسکم کا ترجمہ مولانا محمد علی صاحبؒ کی تفسیر میں ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی جانوں کی فکر کرو'' کیا گیا ہے اور حضرت صاحب نے: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو پہلے اپنے نفسوں کی اصلاح کرو'' کیا ہے۔

انگریزی کا قول ہے:

There is only one place in the universe which you can change and that is your heart

''کائنات میں صرف ایک ہی جگہ ہے جس کو آپ تبدیل کر سکتے ہیں اور وہ آپ کا اپنا دل ہے۔''

آپ کسی اور کو تبدیل نہیں کر سکتے جب تک آپ کے اندر تبدیلی نہ آجائے۔ یہاں سارے لوگ آج اپنے آپ کو تبدیل کرنا شروع کر دیں اور ہم اپنی جانوں کی فکر کرنا شروع کر دیں تو اتنے لوگ ایک نمونہ بن سکتے ہیں اور وہ نمونہ دیکھ کر مزید لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کا فرمان ہے کہ:

''قرآن اپنا کام خود کرتا ہے۔ ہمارا فرض ہے اسے لوگوں تک پہنچانا۔'' آج ہمارے پاس مولانا محمد علی صاحب کی بہترین تفاسیر اور تراجم موجود ہیں۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس کو باقاعدہ پڑھ کر مستفید ہو رہے ہیں۔ ہم میں سے اکثر نہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہیں اور نہ قرآن پڑھتے ہیں۔ پہلے حضرت صاحب کی کتابوں کا بھی درس ہوا کرتا تھا، قرآن کا بھی درس ہوتا تھا، احادیث کا بھی درس ہوتا تھا۔ ہم نے تو اپنی ماؤں کی گودوں میں وہ درس سنے ہوئے ہیں جو بچپن میں اس زمانے میں ہوا کرتے تھے۔

تقریبات میں اگر کسی میئر یا کسی کونسلر کو قرآن پیش کر دو تو کیا ضمانت ہے کہ وہ پڑھے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسے خود پڑھیں۔ اس پر عمل کریں اور پھر اپنے نمونہ کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی روشنی میں یاایھا الذین امنو علیکم انفسکم کی تفسیر:

(شوخ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ کے تحریر کردہ ہیں اور بریکٹ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے خیالات ہیں) (ادارہ)

حضرت صاحب فرماتے ہیں: **اے لوگو جو ایمان لائے ہو پہلے اپنے نفسوں کی اصلاح کرو پھر تم دوسروں کی اصلاح کے قابل بنو گے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضروری ہے کہ پہلے اپنے آپ کو درست کیا جائے جب تک ہم خود اپنے اعمال سے خدا کو راضی نہیں کرتے دوسروں کو خدا کی رضا کی طرف بلانا عبث ہے۔** جس شخص کے اندر خود روشنی اور نور نہیں وہ دوسروں کو کیا روشنی دے سکتا ہے اور جو

آپ ٹھوکریں کھا رہا ہے وہ دوسروں کو کیا سہارا دے سکتا ہے۔(ہم کہتے ہیں کہ اثر کیوں نہیں ہو رہا وجہ یہی ہے کہ ہم خود عمل نہیں کرتے) جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو کیا پاک کر سکتا ہے۔۔۔میں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کرے، پہلے اپنے اندر روشنی پیدا کرے تو پھر دوسروں کو اس سے روشنی پہنچ سکتی ہے۔(کچھ لوگوں کے متعلق آگے جا کر فرماتے ہیں)اُن کی زبان پر منطق اور فلسفہ جاری رہتا ہے مگر اندر ان کا خالی ہوتا ہے۔۔۔۔میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ ہر ایک قوم کے معلم نے یہی تعلیم دی ہے لیکن دوسرے پر لاٹھی مارنا آسان ہے لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے(انگلی اٹھانا بہت آسان ہوتا ہے۔ یہ نمونہ قائم کریں کہ یہ پیغام لے کر جائیں کہ ہم نے قربانی دینی ہے اور بچے بھی غور کریں۔ہم قرآن پہنچائیں گے،قربانی دیں گے اور نمونہ پیش کریں تو پھر لوگ متاثر ہوں گے۔دین کے لئے قربانی پہلے خود دینی پڑتی ہے۔جس دن کوئی خطرہ آجائے تو ہم قربانی دینے کے لئے تیار بھی ہو جاتے ہیں لیکن بعد میں پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے ہیں، پھر سجدے چھوٹے ہو جاتے ہیں اور مسجدوں میں آنا بند ہو جاتا ہے)۔۔۔پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیر خواہی کرے وہ اس کو اپنی اصلاح سے شروع کرے۔۔۔یہی خدا تعالیٰ کا قرب اور محبت کی راہ ہے ۔۔۔۔اور جو نور معرفت اور عمل سے بھر کر بولتا ہے وہ بارش کی طرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔اس وقت میری نصیحت یاد رکھیں۔۔۔تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کریں۔میری نصیحت پر عمل کریں۔۔۔۔جو شخص خود زہر کھا چکا ہے وہ دوسروں کی زہر کا کیا علاج کرے گا۔۔۔تم اپنی تبدیلی کے واسطے یاد رکھو نفس امارہ کے مقابل پر تدابیر اور جدوجہد سے کام لو۔۔۔(امارہ چھوڑ دیا لوامہ میں آ گئے تو پھر اس کے بعد آگے کوشش بھی چھوڑ دی مطمئن ہو گئے کہ بس ٹھیک کہ 90% اچھائی کر رہا ہوں بس 10% نہیں کر رہا۔ہمارے دماغ میں جو بیلنس والی بات ہے کہ وہاں جائیں گے تو 50% نمبر پر پاس ہو جائیں گے،درست نہیں) یہ معیار اسلام کا نہیں ہے۔ ہم نے کوشش جاری رکھنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس کی پیشگوئیاں مشروط ہوتی ہے۔بدر کی رات کو رسول کریم صلعم کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔آپ ؐ نے فرمایا کہ یہ پیشگوئیاں مشروط ہوتی ہے کوئی غلطی میری قوم سے نہ ہو جائے اور یہ پیشگوئی واپس نہ ہو جائے۔ہمارے لئے بھی شرطیں ہیں کہیں ہماری وجہ سے جماعت نقصان نہ کھا جائے۔اللہ بے نیاز ہے وہ چاہے تو بدکار عورت کو کتے کو پانی پلانے پر جنت دے دیتا ہے اور چاہے تو غزوہ میں تیر لگنے والے کو سزا ہو سکتی ہے۔ رسول کریم صلعم اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں آگ اس کی طرف اُٹھتی دیکھتا ہوں کیونکہ اس نے پچھلے غزوہ میں سے ایک چادر بغیر اجازت کے اُٹھا لی۔اور جب کچھ لوگوں کا نام رسول کریم صلعم کو بتا دیا جاتا ہے کہ یہ جنت میں نہیں جا سکتے۔تو حضرت عمرؓ پوچھتے ہیں کہ یہ تو بتا دیں کہ میرا نام کہیں ان میں تو نہیں ہے۔سوچئے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم نے تو زمانہ کے امام کو پہچان لیا لہذا جنت میں جائیں گے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں:نفس امارہ کے مقابل پر تدابیر اور جدوجہد سے کام لو اور دعاؤں سے کام لو۔۔۔جب سر پر مصیبت کھڑی ہو تو پھر انسان دعا کرتا ہے،فرعون تک کو بھی جب مصیبت آئی تو کہہ اٹھا کہ میں ایمان لایا۔سست اور کاہل نہ بنو اور تھکو نہیں، ہماری جماعت بھی اگر بیج کا بیج ہی رہے گی تو کچھ فائدہ نہ ہوگا ہمارے بچے ہمارے بیج ہیں ان میں سے ہماری جماعت نکلے گی۔اسی لئے میں نے صبح کی تلاوت اور حدیث،ملفوظات بچوں کے ذمے لگا دیئے ہیں جو ردی رہتے ہیں خدا ان کو بڑھاتا نہیں پس تقویٰ،عبادت اور ایمانی حالت میں ترقی کرو اگر کوئی شخص مجھے دجال اور کافر وغیرہ ناموں سے پکارتا ہے تو تم اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔(گو امام وقت کو دی گالیاں سن کر ہمارا دل دُکھتا ہے مگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کی تلقین کی ہے اور فرمایا ہے کہ گالیاں سن کر دعا دو) کیونکہ جب خدا میرے ساتھ ہے تو مجھے ان کے بدکلمات اور گالیوں کا کیا ڈر ہے۔۔۔ایسے لوگ یاد رکھو جو بچے کی طرح ہوتے ہیں جو بعض اوقات اپنے ماں اور باپ کو بھی ناسمجھی کی وجہ سے گالی دے دیتے ہیں مگر اس کے اس فعل کو کوئی برا نہیں سمجھتا۔پس یاد رکھو کہ نری بیعت اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا کچھ بھی سود مند نہیں۔۔۔(ہم نے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ بیعت کرو۔خود بیعت کرنے کی طرف لوگ متوجہ نہیں ہوتے کوئی کہہ دیتا ہے کہ میں خاندانی احمدی ہوں۔ایسے نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو اللہ کی تحویل میں دینا ہوتا اور اپنے عہد کی وفا کی قسم لینی ہوتی ہے۔بیعت کرتے وقت کچھ عہد

ایسے ہیں جن پر چل کر زندگیاں تبدیل ہو جاتی ہیں کیونکہ پانچ وقت نماز کی ادائیگی، تہجد پڑھنا اور سچ بولنا بیعت میں شامل ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے بیعت پر عمل کیا تو خدا رسیدہ بنے۔ اب ہم نے اپنی زندگیوں میں بیعت میں شامل شرائط پر زندگی بسر کر کے اللہ کی قربت اور اس کی رضا پانی ہے جو ہماری جماعت کے قیام کا مقصد ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بیعت اس لئے نہیں کرتے کیونکہ اس کی شرائط پر عمل کرنا بہت مشکل ہے سوال یہ ہے کہ اگر بیعت نہیں کرتے تو کیا اسلام ان ساری چیزوں سے استثناء دیتا ہے؟) جب کوئی شخص شدت پیاس سے ہو، مرنے والا ہو یا شدت بھوک سے مرنے تک پہنچ جاوے تو کیا اس وقت ایک قطرہ پانی یا ایک دانہ کھانے کا اس کو موت سے بچالے گا ہرگز نہیں، جس طرح اس بدن کو بچانے کے واسطے کافی خوراک اور کافی پانی بہم پہنچانے کے سوائے مَفر (یعنی جائے فرار) نہیں۔ اسی طرح پورے جہنم سے تھوڑی سی نیکی سے تم نہیں بچ سکتے پس اس دھوکہ میں نہ رہو کہ ہم نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا ہے اب ہمیں کیا غم ہے، ہدایت بھی ایک موت ہے جو شخص یہ موت اپنے او پر وارد کرتا ہے اس کو پھر نئی زندگی دی جاتی ہے اور یہی اصفیاء کا اعتقاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس ابتدائی حالت کے واسطے فرمایا کہ ''یا ایھا الذین امنو علیکم انفسکم اپنے آپ کو درست کرو، اپنے امراض کو دور کرو، دوسروں کی فکر مت کرو۔ ہاں رات کو اپنے آپ کو درست کرو (تہجد کا وقت ہوتا ہے) اور دن کو دوسروں کو بھی کچھ ہدایت کر دیا کرو (آپ دوائی کھاؤ ٹھیک ہو جاؤ گے لیکن ہم سارے کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کوئی وٹامن بھی لکھ دیں۔ وہ وٹامن تہجد ہے) خدا تعالیٰ تمہیں بخشے اور تمہارے گناہوں سے تمہیں مخلصی عنایت دے اور تمہاری کمزوریوں کو تم سے دور کرے۔ اور اعمال صالح اور نیکی میں ترقی کرنے کی توفیق دے۔'' آمین

میری سب بچوں اور نوجوانوں کو نصیحت ہے کہ آپ سب قرآن کی طرف توجہ دیں اور ماں باپ مہربانی کر کے توجہ دیں کہ بچے اسے پڑھیں۔ حفظ اور ناظرہ کرنے والوں کے لئے تو میں نے انعامات بھی رکھے ہیں۔ نوجوان طالب علموں کے لئے ہدایت کرتا ہوں کہ جب آپ امتحان دینے کے بعد نتیجہ کا انتظار کر رہے ہوں تو تین چار ماہ آپ ضائع نہ کریں ان دنوں آپ مرکز میں آجایا کریں اور جماعت کی خدمت کیا کریں۔ قرآن پڑھیں، اپنا لٹریچر پڑھیں اور قرآن کو جب پڑھیں تو یہ سوچ کر کہ میں اس پر کتنا عمل کرتا ہوں۔ اسی طرح اپنی اصلاح ہو سکتی ہے۔ تربیتی کورس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ ان دنوں میں آپ کو سمر سکول یاد آتے ہیں کہ آپ کو اضافی نمبر چاہیے ہوتے ہیں۔ لیکن تربیتی کورس ہماری جماعت کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے اور ہمیں جماعت کے متعلق تعلیم کا بھی۔ بغیر تعلیم کسی جماعت کے مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

آخر میں سب منتظمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس دعائیہ کو ممکن بنانے میں اپنی تمام طاقت سے مدد فرمائی۔ اللہ اس کا اجر آپ کو عطا فرمائے۔

دُعا

آپ نے آج گھروں کو لوٹنا ہے۔ اللہ آپ کا سفر آرام دہ اور بحفاظت بنائے اور آپ کو ہمیشہ اپنی رحمت اور حفاظت میں رکھے۔ بہت سے بیمار ہیں اللہ سب کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ سب احباب کے سفر کے لئے دعا کرتے ہیں اور جس جذبے کو آپ سب لے کر ساتھ جا رہے ہیں اس کی برکات ساری عمر آپ کے ساتھ رہیں۔ اللہ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اسلام کے فروغ میں اپنا کردار بغیر روک ٹوک کے ادا کرنے میں مدد فرمائے۔ اللہ ہماری ذاتی جماعتی اور قومی مسائل کو دور فرمائے، اللہ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے، ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے۔ ہمارے ایک ایک گھر ایک ایک بچے کو حفاظت عطا فرمائے، اس ملک میں اللہ امن لے آئے، اللہ بیماروں کو شفا عطا فرمائے، ضرورت مندوں کو ان کی ضروریات عطا فرمائے اور بے اولادوں کو اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے۔ طالب علموں کو کامیابی، دکھیوں کو سکھ عطا فرمائے، اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے اور ہمیں گمراہی اور غضب کی راہوں سے محفوظ رکھے، اللہ ہمارے تمام گناہ بخش دے، اللہ ان سب کو جو آج کے دعائیہ میں نہیں بلکہ تیرے ہاں ہیں ان سب کو تو اونچے مقامات عطا فرما۔ آمین

☆☆☆☆

نماز نسلِ انسانی میں اتحاد کا ذریعہ

حضرت امیر اوّل مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

خدا کی عبادت بطریق نماز دو حصوں میں منقسم ہے۔ایک وہ جو انفرادی طور پر ادا کی جائے اور دوسری وہ جو دوسروں کی معیت میں یعنی باجماعت اور بالخصوص مسجد میں ادا کی جائے انفرادی حصہ کا مقصد انسان کے اپنے ہی نفس کا تزکیہ ہے لیکن جو نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کے اور بھی مقاصد ہیں۔اور یہ وہ مقاصد ہیں جو نماز کو نسلِ انسانی میں اتحاد و اتفاق کی رُوح پھونکنے کی بہت بڑی طاقت ثابت کرتے ہیں۔اس ضمن میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایک ہی محلّہ میں رہنے والے لوگوں کا روزانہ پانچ دفعہ اجتماع میل جول کے صالح تعلقات قائم کرنے میں بہت بڑا ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔روزانہ کی نمازوں میں یہ تعلقات ایک تنگ دائرہ کے اندر محدود رہتے ہیں۔یعنی صرف پڑوس کے لوگوں تک ہی تعلق رہتا ہے۔لیکن یہ دائرہ نماز جمعہ میں وسیع تر ہو جاتا ہے۔جس میں ایک خاص مقام کے تمام مسلمان جمع ہوتے ہیں۔اور عیدین کے اجتماعات میں یہ دائرہ اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔اس طرح سے نماز مسلمان قوم کے مختلف طبقات کے اندر عمرانی تعلقات قائم کرتی ہے۔لیکن اس سے بھی زیادہ اہم امر یہ ہے کہ باجماعت نماز تمام سماجی یا مجلسی امتیازات کو یکسر مٹا دینے کا موجب ہے۔ مسجد کے دروازوں کے اندر داخل ہوتے ہی انسان مساوات اور یگانگت کی فضا محسوس کرنے لگتا ہے۔بادشاہ اپنی غریب سے غریب رعایا کے ساتھ۔امراء لباس فاخرہ میں اور فقراء اپنے پھٹے پُرانے چیتھڑوں میں سب بلا امتیاز اپنے خالق کے حضور شانہ بشانہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔نہیں بلکہ ایک بادشاہ یا ایک امیر جو پچھلی صف میں کھڑا ہے خدائے واحد کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اپنا سر ایک ادنےٰ غلام۔ایک غریب گداگر کے پاؤں پر جو پہلی صف میں ہوتا ہے رکھ دیتا ہے۔دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو سب کو ایک سطح پر کھڑا کر دے۔مسجد کے اندر منصب و جاہ دولت۔اور رنگ کے تمام اختلافات ھبآءً منثوراً ہو جاتے ہیں اور بالکل ایک نئی فضا۔اخوّت کی فضا۔مساوات اور محبت کی فضا جو بیرونی دنیا سے بالکل جُداگانہ ہے۔مسجد کی مقدس چار دیواری میں پھیلی ہوئی نظر آئے گی۔اس جدوجہد کی دنیا میں جہاں امن مقصود ہے۔جہاں طبقاتی اختلافات ایک عام معمول ہے۔جہاں رشک و رقابت اور نت نئے جذبات خصومت نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔دن میں پانچ دفعہ کامل امن و امان کی فضا کامل مساوات اور محبت و یگانگت کی فضا میں سانس لینا بلاشبہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔لیکن صرف اسی قدر نہیں بلکہ یہ زندگی کا بہت بڑا سبق ہے۔انسان کو طبقاتی اختلافات۔دنیوی جدوجہد کی شدائد اور تنفر و تخاصم کے خرخشوں کے اندر کام کرنا پڑتا ہے۔نماز کے ذریعہ اسے دن میں پانچ دفعہ ان مکروہات سے باہر نکالا جاتا ہے اور اُسے علم دلایا جاتا ہے کہ مساوات۔اخوّت اور محبت انسانی ہی راحت کے اصل سرچشمے ہیں۔ اس لئے جو وقت نماز میں صرف کیا جاتا ہے وہ اس نقطہ نگاہ سے بھی کہ اس سے انسان دوستی کا عملی جذبہ پیدا ہوتا ہے ضائع نہیں ہوتا۔کیونکہ اس میں وہ سبق سیکھے جاتے ہیں جو زندگی کو صحیح پیرایہ میں زندگی بناتے ہیں۔اور جب اخوّت۔مساوات اور محبت کے یہ قابل قدر سبق انسان کی روزانہ زندگی میں زیرعمل لائے جاتے ہیں تو یہ نسلِ انسانی میں اتحاد و اتفاق اور ایک پائیدار ثقافت کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔فی الحقیقت پانچ وقت نماز باجماعت کا مطلب منجملہ دیگر اور ضروریات کے مساوات اور اخوّت کے نظریاتی اسباق کو عملی جامہ پہنانا ہے جو اسلام کی غرض و غایت ہے۔ اور اسلام لفظوں میں خواہ کتنا ہی مساوات و اخوّت کی تعلیم پر زور دیتا لیکن اگر اس کو پانچ وقت باجماعت نماز کے نظام کے ذریعے انسان کی روزانہ زندگی میں عملی طور پر داخل نہ کیا جاتا۔تو اس کے لفظی مواعظ محض بے کار ثابت ہوتے۔

نماز کا نظام:

خلاصہ کلام نماز انسان کو اپنے اندر صرف خدا کو محسوس کرنے کے قابل

ہی نہیں بناتی۔ صرف اخلاق الٰہیہ کے سرچشمہ سے ہی اس کو سیراب نہیں کرتی صرف اس کے قلب کا تزکیہ ہی نہیں کرتی اور اس کے قوائے باطنیہ کو ترقی کے رستہ پر ہی نہیں ڈالتی بلکہ اس سے بھی آگے قدم اٹھاتی ہے اور تمام امتیازات کو مٹا کر محبت اور یگانگت اور نسل انسانی میں اتفاق و اتحاد کی طرح ڈالتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ آخری مقصد ایک باقاعدہ منظم صورت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تاکہ سب لوگ مقررہ اوقات پر مساجد میں حاضر ہوں۔ بڑے ادب و احترام سے کھڑے ہو جائیں اور سب ایک ہو کر اپنے خالق کے سامنے جھکیں اور اس کے حضور اپنا سر خاک پر رکھ دیں۔ لیکن اس کے علاوہ یہ اشد ضروری تھا کہ نماز کے اوقات اور اس کی ادائیگی کا ایک خاص طریق مقرر کر کے اس کو ایک مستقل صورت دی جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ تقرب الی اللہ یا خدا کو اپنے اندر محسوس کرنے کا تخیل جو انسان کے روحانی رفع کے لئے اس قدر ضروری ہے زندہ نہیں رہ سکتا جب تک کوئی ایسی بیرونی شکل نہ ہوتی جس پر سب لوگ کاربند ہونے کی کوشش کرتے۔ اس ضمن میں تین امور قابل غور ہیں۔ سب سے پہلا یہ کہ کوئی خیال زندہ نہیں رہ سکتا جب تک اس کو زندہ رکھنے کا کوئی نظام قائم نہ کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ہر ایک قوم کے اکثر افراد میں خواہ وہ قوم تعلیم یافتہ ہی ہو کسی سچائی کے ماننے کا شعور صرف کسی ظاہری ہیئت سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہری ہیئت انہیں حقیقت نفس الامری کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ پھر تیسرا امر یہ ہے کہ ظاہری ہیئت کے بغیر یکسانیت اور یک رنگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اور کوئی فرقہ یا کوئی قوم یکسانیت اور یک رنگی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جو مقصد مدنظر ہے وہ خاص خاص افراد کا ہی نہیں بلکہ ساری قوم کا رُوحانی ارتفاع ہے۔ یہ امر واقع ہے کہ مسلمانوں کو بحیثیت قوم خدا پر جو زندہ ایمان حاصل ہے وہ کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو ہرگز حاصل نہیں۔ (انتخاب از کتاب دین اسلام دوئم)

☆☆☆☆

پیغام برائے سالانہ دعائیہ

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور

ہم اللہ رب العزت کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس دسمبر میں ہمیں ایک دفعہ پھر سالانہ دعائیہ کی تقریب میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی۔ دعائیہ کی تقریب ہمارے لئے روح کی آبپاشی کا اہم ذریعہ ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ اس تقریب سعید کی بنیاد حضرت امام وقتؒ نے خود رکھی جو خالصتاً دینی اغراض و مقاصد کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ سالانہ دعائیہ جہاں اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کا ذریعہ ہے وہاں جماعتی تعلقات اور آپسی محبت کی تقویت کا بھی موجب ہے۔ بحیثیت جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور میں اس تقریب میں آنے والے تمام مہمانوں کا شکر گزار ہوں اور ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی خیر و برکت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میری آپ احباب و خواتین سے گذارش ہے کہ سالانہ دعائیہ کے ان ایام کو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مخصوص کرتے ہوئے گذارنے اور اس کے روحانی فوائد کے حصول کی کوشش کریں اور اپنے اندر وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں جو حضرت مسیح موعودؒ اپنی جماعت کے افراد میں چاہتے تھے۔ اس دعائیہ سے آپ جو قلبی تبدیلی ان ایام میں محسوس کریں اس کو عملی زندگی میں جاری رکھنے کے عہد کے ساتھ واپس جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے اور آپ کو مشکلات سے محفوظ رکھے اور آپ کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرمائے کیونکہ جو کوئی اس کی راہ میں چل نکلتا ہے وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

والسلام

شکیل ہمایوں (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور)

☆☆☆☆

مصائب و دُکھ قربت الٰہی اور نجات کا ذریعہ

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری II)

اس دنیا کے اندر ہر انسان کی زندگی میں آزمائش اور مصیبت کا لازم ہونا ضروری ہے، بچہ ہو کہ بوڑھا، جوان ہو کہ ادھیڑ، مرد ہو کہ عورت ہر ایک کو زندگی کے کسی نہ کسی مرحلہ میں آزمائش سے گذرنا پڑتا ہے، پھر یہ آزمائش و مصیبت کبھی انفرادی ہوتی ہے اور کبھی اجتماعی یعنی افرادفرداً فرداً بھی آزمائے جاتے ہیں اور بعض اوقات پوری کی پوری قوم آزمائش کی زد میں آجاتی ہے۔ اور کبھی آزمائش دین کی بنیاد پر ہوتی ہے تو کبھی دنیاوی اعتبار سے ہوتی ہے۔ الغرض اس دنیائے فانی میں ہر ایک اپنی حیثیت کے لحاظ سے آزمایا جاتا ہے۔ انسان پر مصیبت کا آنا لازمی اور ضروری ہے۔ مصائب کے اندر ثابت قدم رہ کر، ان تکالیف کو ہمت و استقلال سے برداشت کر کے انسان اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر فرد کی ترقی اور ہر قوم کی ترقی کا راز اس کے مصائب اور تکالیف سے وابستہ ہے۔

مسلمان قوم الٰہی تعلیمات کی وجہ سے امتیازی شان رکھنے والی قوم ہے، اس لئے اس کا امتحان اور آزمائش بھی بڑا سخت ہے، انفرادی اور اجتماعی طور پر دیکھا جائے تو ہر زمانہ میں ایمان والوں کو آزمایا گیا اور بڑے تکلیف دہ دور سے گذارا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف سے اس لئے تکالیف دی گئیں کہ انہوں نے بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت سے اپنی زندگی کو روشن کیا اور اپنی پوری زندگی اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانے میں صرف کر دی، اس کے بدلہ میں قوم نے کیا کہا ''اے نوحؑ اگر تو نہ رُکا تو ضرور تجھے سنگسار کیا جائے گا'' (شعراء:۱۶۱) اور قوم نے ایسا ہی کیا، حضرت شعیب علیہ السلام کو اس لئے مصیبت میں مبتلا کیا گیا کیونکہ آپ اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے اور ناپ تول میں کمی سے ان کو باز رکھتے تھے، قوم نے ان کی بھلائی پر ان سے کہا ''اے شعیب ہم تجھ کو اور ان کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے مذہب میں لوٹ کر آنا ہوگا'' (الاعراف:۸۸) قوم کی طرف سے آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت شعیبؑ کو اپنے وطن کو خیر باد کہنا پڑا، ایمان کی بنیاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آزمایا گیا، فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والوں کو خوب مصائب میں مبتلا کیا، جس کی تفصیل قرآن کریم کی آیتوں میں لکھی ہوئی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس لئے آگ میں ڈالا گیا کیونکہ آپ نمرود کی خدائی کے منکر ہو کر خدائے واحد کی توحید پر قائم رہے، پوری قوم مخالف ہوگئی یہاں تک کہ بت پرست باپ کی طرف سے دھمکی آئی کہ ''اے ابراہیم تو میرے معبودوں سے منہ موڑتا ہے، اگر تو باز نہ آیا تو میں تمہیں سنگسار کروں گا اور تو ایک مدت مجھ سے الگ ہوجا'' (سورۃ مریم:۴۶) غرض یہ کہ ہر نبی کو آزمایا گیا اور ایمان والوں کو مصائب میں مبتلا کیا گیا، یہاں تک کہ خاتم الانبیاء سید الکونین محبوب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آزمائشی دور سے گذارا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی اس حالت کو بیان کرتے ہیں ''مجھے اللہ کے راستہ میں اتنی تکلیف دی گئی کہ مجھ سے پہلے کسی کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی ہے (ترمذی حدیث نمبر ۲۴۷۲) وہ کونسی آزمائش ہے جو آپؐ کے حصہ میں نہ آئی ہو، آپؐ کو اپنی قوم کی طرف سے جس قدر اذیت کا سامنا کرنا پڑا وہ ناقابل بیان ہے، انہوں نے آپؐ کی تکذیب کی، مذاق اُڑایا، آپ کو ساحر، مجنون

اور دیوانہ کہا، لوگوں کو آپؐ کے دین سے ہٹانا چاہا، آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، آپ کے خلاف اعلان جنگ کیا، لوگوں کو آپؐ کے خلاف اور آپ کی دعوت کے خلاف بھڑکایا اور دارِ ہجرت یعنی مدینہ میں آپؐ اپنے اہل وعیال اور صحابہؓ کے ساتھ مقیم ہو گئے تھے، وہاں آ کر آپؐ کے ساتھ جنگیں لڑیں، آپؐ کا خاتمہ کرنے کے ناپاک منصوبے بنائے گئے، آپؐ کے دین کو مٹانے کے لئے سرتوڑ کوششیں کی گئی، اسی طرح انہوں نے مدینہ میں آپؐ کے دشمن یہودیوں اور منافقوں کو آپؐ کے خلاف ابھارا، سب نے اکٹھے ہو کر آپؐ کے خلاف چالیں چلیں اور منصوبے بنائے، آپؐ کے ساتھ معاہدے کیے اور توڑے، آپؐ کے خلاف مشرکوں کے ساتھ ساز باز اور دھوکے اور مکاری سے آپ کو شہید کرنے کی کوشش کی، ان تمام حالات میں آپؐ ثابت قدم رہے اور اپنے رب کی طرف پورے انہماک کے ساتھ متوجہ رہے۔ غرض یہ کہ آزمائش ہر ایک کی زندگی کا مقدر ہے، اس حالت میں ہر ایک کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً گزرنا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا ''کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور وہ مصائب میں نہ ڈالے جائیں۔ اور یقیناً ہم نے انہیں مصائب میں ڈالا، پس ضرور اللہ انہیں معلوم کرلے گا جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو بھی معلوم کرلے گا'' (العنکبوت:۳۔۲)

اسی طرح اللہ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اور ضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہی ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی وہ ہیں جن پر اُن کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔''

(سورۃ البقرہ:155 تا157)

ان آیات میں زندگی کا ایک نہایت ہی قیمتی سبق دے دیا گیا ہے۔ خطاب تو مسلمانوں کو ہے مگر تمام انسان اسی قانون کے ماتحت ہیں، جو کہ ان آیات میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تم کو ضرور آزمائیں گے۔ کچھ خوف کے ساتھ، کچھ بھوک کے ساتھ، کچھ مالوں کی کمی کے ساتھ، کچھ جانوں کے اتلاف کے ساتھ، کچھ نتائج وثمرات کے نہ ملنے یا ان کے ضائع ہوجانے کے ذریعہ۔ غرضیکہ ایسی ایسی چیزوں کی شکل میں ہم تم پر مصیبتیں بھیجتے رہیں گے۔ جب کسی کو کوئی مصیبت پہنچے، اور وہ اس پر صبر کرلے تو ایسے صبر کرنے والے کو خوشخبری دو۔ وہ صبر کرنے والے کون ہیں؟ مصیبت کے وقت کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ''ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں'' ایسے لوگوں کے لئے ان کے رب کی طرف سے صلوٰت اور رحمت ہے۔ اور وہی ہدایت پر ہیں۔

مصیبت قدرت کا اٹل قانون ہے۔ آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کی موت بھی ہوگی۔ مال ملے گا تو اس کا اتلاف بھی ہوگا۔ عزیز واقارب کو بھی جدا ہونا پڑے گا۔ انسان اگر خدا کی عظیم الشان کائنات میں اپنی بے حیثیتی کو دیکھے تو اس کو کبھی غم ہی نہ ہو۔ یہ مصیبتیں تو انسان کے لئے اسباق کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو ان مصائب کو سبق کے رنگ میں لیتا ہے اس کا غم ورنج دور ہوجاتا ہے۔ وہ مصائب کو دیکھ کر اپنے آپ کو خدا کی جانب جھکا دیتا ہے۔ خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ جتنے زیادہ مصائب مومن کو آتے ہیں، جتنا وہ آزمایا جاتا ہے اتنا وہ کامیابی کی جانب تیز قدم بڑھاتا ہے کیونکہ جنت اور نجات ایسی چیز نہیں جو آسانی سے مل جائے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ:

''ضرور تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے آزمائے جاؤ گے اور ضرور تم ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور اُن سے جو مشرک ہوئے بہت سی دکھ دینے والی باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار

کروتو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے'' (آل عمران ۱۸۶) اس آیت میں ایک تو یہ فرمایا کہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے۔ ایک تو تمہاری آزمائش ہوگی اور دوسرے تم اہل کتاب اور مشرکین سے اذیت کی باتیں سنو گے۔ یعنی بعض اوقات دیگر تکلیفوں کے ساتھ ساتھ اپنے دشمنوں سے بھی تکلیفیں اٹھانا اور ان سے رنج دہ باتیں سننا پڑتی ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تمہیں اُن لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گزر چکے، ان کو سختی اور دُکھ پہنچے اور خوب ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اُٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی سنو اللہ کی نصرت قریب ہے۔'' (البقرہ ۲۱۴) سب سے زیادہ اللہ کی رضا پانے والے کون تھے؟ امام الانبیاء اور ان کے ساتھی یعنی صحابہؓ رسولؐ۔ ان کی زندگی پر نظر ڈالیں تو وہ سب مصائب کو برداشت کرتے ہیں اور دل وزبان کی یگانگت سے دن میں سینکڑوں بار **الحمد اللہ رب العالمین** کا جملہ ادا کرتے ہیں۔ جس سے شکر ہی شکر کا اظہار ہوتا ہے۔ دُکھ اور تکلیفیں آپ کی اور آپؐ کے ساتھیوں کی زندگی میں انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔ مخالفت ایذادہی، ساتھیوں کو قتل کر دینا، گھروں سے نکال دینا، ساتھیوں اور عزیز واقرباء سے جدا کر دینا اور بالآخر ایک بڑے عظیم الشان لشکر کا حملہ آور ہونا اور چند گنتی کے آدمیوں کو تباہ کرنے کی کوشش کرنا۔ جنگ میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ بڑے بڑے عزیز صحابی شہید ہو گئے۔ کفار نے دھوکہ دے کر بھی بڑی بڑی تعداد میں مسلمان علماء کو قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ دھوکہ دہی سے ستر (70) حفاظ کرام کو شہید کیا گیا۔ ان سب واقعات سے ظاہر ہے کہ آپؐ کی زندگی کوئی عیش وآرام کی زندگی نہیں بلکہ دُکھوں اور تکلیفوں سے بھری ہوئی تھی۔ لیکن باوجود اس کے **الحمد اللہ رب العالمین** آپ کے منہ سے نکلتا۔ رات کی تنہائی میں بھی یہ جملہ منہ سے نکلتا۔ دوستوں کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے تو بھی یہی جملہ نکلتا۔ خوشی کی حالت میں ہوتے تو بھی یہی جملہ نکلتا۔ ایذا دی جاتی تو بھی یہی جملہ نکلتا۔ میدان جنگ میں دشمن کے سامنے کھڑے ہوتے تو بھی یہی جملہ نکلتا۔ دشمن پر فتح ملتی تو بھی یہی جملہ منہ سے نکلتا۔ اور اگر مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچتا تو بھی یہی جملہ منہ سے نکلتا۔ اس جملے کا بار بار نکلنا بتاتا ہے کہ دُکھ اور تکلیف کو آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے ہیچ کر دیا تھا۔ اس جملے کا زبان سے نکلنا بتاتا ہے کہ ان الفاظ کا کہنے والا کسی دُکھ کو دُکھ نہیں سمجھتا بلکہ ہر حالت میں خدا کی رضا پر خوش ہے اور ہر حالت میں اس کا شکر گذار ہے۔

ذخیرۂ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آزمائش اور ابتلا بہتری اور خوشخبری اور وعدۂ جنت کا ذریعہ ہے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے (بخاری، حدیث نمبر ۵۶۴۵) گویا کہ بندہ مومن کا مصیبت سے دوچار ہونا اس کے لئے نیک بختی ہے، محبت الٰہی کی علامت ہے اور ایک دوسری روایت میں آپؐ نے فرمایا: جتنی بڑی مصیبت ہوگی اُتنا بڑا ثواب ملے گا، اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبتوں میں ڈال دیتا ہے، جو شخص اس سے راضی ہوا اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا تو اس کے لئے رضامندی ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لئے ناراضگی ہے (صحیح الجامع) پھر یہ کہ مومن کو اس بات کا بھی یقین رکھنا ہے کہ آزمائش میں ہونا مصائب میں گرفتار ہونا اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلعم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لڑکے! تم اس بات پر یقین کر لو کہ اگر پوری امت جمع ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے اور اگر پوری امت جمع ہو کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے

تمہارے حق میں لکھ دیا ہے‘‘ (ترمذی حدیث نمبر ۲۵۱۶)

تکالیف دراصل غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کو کوئی مصیبت کوئی دکھ کوئی رنج وغم کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں پہنچتی یہاں تک کہ ایک کانٹا بھی نہیں چبھتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

انبیاء علیہم السلام جو بالکل معصوم اور مقدس وجود ہوتے ہیں وہ بھی تکالیف اور شدائد کا نشانہ بنتے ہیں اور ایسے مصائب ان پر آتے ہیں کہ اگر کسی اور پر آئیں تو وہ برداشت ہی نہ کر سکے۔ ہر طرف سے ان کے دشمن اُٹھتے ہیں۔ کوئی باتوں سے دُکھ دیتا ہے۔ کوئی حکام وقت کے ذریعہ تکلیف دینے کا منصوبہ کرتا ہے، کوئی قوم کو اس کے برخلاف اکساتا ہے۔ غرض ہر پہلو سے اس کو تکلیف دی جاتی ہے اور ہر طرح کی بے آرامی اور حزن وغم اُن پر آتا ہے۔ باوجود اس کے ان ساری باتوں کا کچھ بھی اثر اُن پر نہیں ہوتا اور وہ پہاڑ کی طرح جنبش نہیں کرتے۔ (بدر جلد ا نمبر ۲۰ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء)

’’اگر کوئی سوال کرے کہ خدا تعالیٰ نے یہ مصائب کا سلسلہ کیوں رکھ دیا وہ بغیر اس کے کسی کو بہشت میں داخل کر سکتا تھا تو یہ فضول سوال ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کی ایک سنت کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس طرح سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں غنی ہے اور انسان کمزور ہے۔ اس نے انسان کے واسطے یہی رکھا ہے کہ یا تو وہ خود مجاہدات اور ریاضات سے ترقی کرتا ہے یا آسمانی قضا وقدر اس سے یہ تکمیل کرا دیتی ہے۔‘‘ (بدر جلد ا نمبر ۲۰ صفحہ ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء)

قضا وقدر خود اس پر کچھ تکالیف نازل کر دیتی ہے اور اس ذریعہ سے اسے صاف کرتی ہے۔ اس طریق پر بچہ اور انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ ہوتے ہیں۔ وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں۔ اس پر بھی مصائب اور شدائد آتے ہیں محض ان کی تکمیل اور ان کے اخلاق اور صدق وفا کے اظہار کے لئے انسان کو سعی اور مجاہدہ ضروری چیز ہے اور اس کے ساتھ مصائب اور مشکلات بھی ضروری ہیں۔ **لیس للانسان الا ماسعی** جو لوگ سعی کرتے ہیں وہ اس کے ثمرات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح پر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کی قربانی کرتے ہیں۔ ان پر الٰہی قرب وانوار وبرکات اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور بہشت کا نقشہ ان پر کھولا جاتا ہے۔

’’جو لوگ مجاہدات کرتے ہیں۔ تکالیف پر صبر کرتے ہیں۔ ان کو بڑے درجات ملتے ہیں۔ ان میں اور ان کے غیر میں ایک امتیاز اور فرقان رکھا جاتا ہے وہ قضا وقدر کا نشانہ بنتے ہیں اور ماریں کھاتے ہیں پھر بڑا فضل الٰہی ان کے شامل حال ہوتا ہے۔‘‘ (بدر جلد ا نمبر ۲۰ صفحہ ۳ مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۰۵ء)

مسلمانوں کے لئے اسلامی تعلیمات کے روشنی میں چند باتوں کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے، اللہ کی طرف رجوع ہونا یہ سب سے پہلی چیز ہے جو ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے، ہم دونوں جہان کے پروردگار کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کریں، بندوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ اللہ کے حقوق بھی ادا کریں، اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں اضافہ کریں کیونکہ ہر مشکل آسان کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ کا پاک ارشاد ہے: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘ (البقرہ ۱۵۳)۔ اس آیت میں نماز سے مراد اللہ کی طرف رجوع ہونا ہے اور ہر معاملہ میں اللہ کی طرف متوجہ ہونا لہذا ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے لو لگانا چاہیے اور عبادتوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور احادیث شریفہ میں ہمارے نبی صلعم نے کئی مقامات پر مصائب اور مشکلات میں مضبوطی کے ساتھ صبر کا دامن تھامے رہنے کی تاکید کی ہے، کیونکہ صبر کے بڑے فوائد ہیں اور یہ بہت مجرب اور قیمتی خدائی نسخہ ہے چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘ اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو، اسے بڑی سے بڑی مصیبت نقصان نہیں پہنچا سکتی مؤمنو کو حکم ہوتا ہے کہ اے ایمان والو!

صبر کرو اور صبر کی ہدایت کرو تا کہ تم فلاح پاؤ (ال عمران: ۲۰۰)، دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے ''صبر کرنے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیجئے اور فرمایا: ''سلامتی ہے تمہارے لئے تمہارے صبر کی وجہ سے اور کیا ہی اچھا آخرت کا گھر ہے'' (الرعد: ۲۴)، اگر صبر کرنے والے بن جاتے ہیں اور اپنی جانوں کو خدا کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں تو وہ قدردان خدا کسی کے خلوص کو ضائع نہیں کرتا وہ ضرور اپنی مہربانی کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے ''اور لوگوں مین سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے'' (البقرۃ: ۲۰۸)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: یعنی انسانوں میں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے۔۔۔ خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان دیتا ہے وہ اپنی جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعت خالق اور خدمت خلق کے لئے بنائی گئی ہے۔۔۔'' (رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ131-132) تو اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم صبر کریں اور اگر ہم صبر کریں گے تو یہ ہماری دنیاوی اور اُخروی کامیابیوں کا ذینہ بن جائے گا اور ہمارے لئے حالیہ بُرے حالات سے انشاءاللہ نکلنے کا ذریعہ ہوگا۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

☆☆☆☆

یہاں آؤ کہ مِل جل کر سنواریں گُلشنِ دیں کو

اعظم علویؒ مرحوم ومغفور

چمن زارِ اخوت کی بہارِ دِلستان آؤ
جلو میں لے کے آثارِ حیاتِ جاوداں آؤ
دِلوں میں گرمی ایمان و ایقاں کا تقاضا ہے
امیرِ قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ
چلے آؤ کہ پھر تازہ کریں اسلاف کی یادیں
لئے جوش و خروش بیکراں کی داستاں آؤ
یہاں آؤ کہ مِل جل کر سنواریں گُلشنِ دیں کو
طلسمِ رنگ و بُو میں بَن کے اِک روحِ رواں آؤ
تمہارے دم سے عظمت ہے حریمِ بزمِ ہستی کی
شعور و شوق کے بام ودر و دیوار و آستاں آؤ
تمہاری رہ گذر ہے منزلِ مقصود کی حامل
لئے جوشِ عمل تم کارواں در کارواں آؤ
نگاہیں اہلِ دُنیا کی تمہاری راہ تکتی ہیں
تقدس کا نشاں بن کر سربزم جہاں آؤ
جنہیں صدق و صفا کی جستجو ہے ان سے کہہ دو
یہیں پر نور ہے، نُورِ خدا لینے یہاں آؤ

☆☆☆☆

حی وقیوم خدا ہی مردہ دلوں کو زندہ کرنے کے سامان کرتا ہے

عبدالحفیظ (جموں)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:'' جان لو کہ جب زمین روحانی طور پر مرجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس زمین کو دوبارہ زندہ کرتا ہے''۔(الحدید:17)

جس طرح مادی زمین کی پیاس اور انسانوں کی زندگی آسمانی پانی کی محتاج ہے اسی طرح جب دنیا میں فتنے اور فساد پیدا ہو جاتے ہیں۔لوگوں میں اخلاقی کمزوریاں واقع ہو جاتی ہیں۔دنیا کی محبت غالب آجاتی ہے۔دین کی محبت سرد ہو جاتی ہیں۔ایسے ہی موقع کے بارے میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اس کی طرف سے انسانوں کا رُخ اپنے خالق کی طرف موڑنے کے لئے کوئی نہ کوئی اللہ کا مقرب بندہ دنیا میں اللہ کے آخری دین کامل ''اسلام'' کی تجدید کے لئے آتا ہے۔

کتاب وسنت میں سے جو امور لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں یا لوگ اُن پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ان کو از سرنو یہ خدا کا مقرب بندہ زندہ کرتا ہے اور وہ اپنے زمانہ کے مخاطبین کو شریعت پر عمل کرنے والا بناتا ہے۔ اور ایسا برگزیدہ اللہ کا پیارا بندہ بدعتوں اور غیر شریعی امور کا قلع قمع کرتا ہے اور اپنی توجہ، دعا، سیرت اور اپنے نیک نمونہ سے اُس زمانہ کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بناتا ہے۔وہ وحید العصر ہوتا ہے۔سنت کا حامی اور بدعت کا قلع قمع کرتا ہے اور لوگ اس کے علم سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔

چنانچہ شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات جلد نمبر 3 اور صفحہ 13 میں فرماتے ہیں کہ:

''مجدد وہ شخص ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے وہ صرف توسط اور وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ اس زمانہ کے خطباء و داتا اور ابدال بھی موجود ہوں''۔آپ غور کریں کہ کس طرح کفر نے تیرھویں صدی ہجری میں اسلام پر حملے کئے اور سچے دین کو مٹانے کی ناکام کوشش کی۔کس طرح عیسائیت اور دیگر باطل ادیان نے دین حق یعنی اسلام کے نام لیواؤں کو اسلام سے بدظن کیا اور خود مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟ جس کے بارے میں مولانا الطاف حسین حالی نے ٹھیک فرمایا تھا کہ:

فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہبان!!
بیڑہ یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے!!

اور اسی طرح مسلمانوں کے روحانی تنزل کی المناک داستان علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں فارسی میں بیان فرمائی ہے۔تیرھویں صدی میں یہ گریہ وزاری اور ماتم اس کثرت سے ہورہا تھا کہ ان کے لئے اگر کئی دفتر بھی لکھے جائیں تو ان مشکل ترین حالات کا احاطہ الفاظ یا نظم میں کرنا بہت مشکل ہے۔علامہ اقبال نے مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ یوں بھی کھینچا تھا کہ:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اور مولوی شکیل احمد سہسوانی نے 1892ء میں مسلمانوں کی حالت زار کو یوں بیان کیا ہے:''دین احمدؐ کا مٹا جاتا ہے۔قہر ہے اے میرے اللہ یہ ہوتا کیا ہے۔؟ کس لئے مہدی برحق نہیں ظاہر ہوتے۔دیر عیسیٰ کے اترنے میں خدایا کیا ہے؟ مولانا حالی نے ہی اسلام کی حالت زار کا یوں ذکر کیا تھا کہ:

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کے نہ ابھرنا دیکھے

بگڑی کچھ ایسی ہے کہ بنائے نہیں بنتی

ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے

اور مولانا حالی مرحوم نے ہی یہ بھی درست اندازہ لگا کر لکھا تھا کہ:

اُمت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر

اسلام اے فقیہو! مشکور ہے تمہارا

ان حالات میں تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت مستمرہ کے ماتحت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کو عین ضرورت کے وقت خدمت دین کا کام سپرد فرمایا۔ آپ نے خدا سے خبر پا کر یہ اعلان فرمایا کہ:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اور لکھا کہ

''اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمتہ اسلام واشاعت نور حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔''

اسی اہم مقصد کے لئے چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے ایک لاجواب کتاب براہین احمدیہ تصنیف فرمائی۔ آج بھی جب کہ اس کی اشاعت پر عرصہ دراز گذر چکا ہے۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے حقائق ومعارف کے لحاظ سے اس کے دلائل کی عالم گیری اور ہمہ گیری روز اول کی طرح ہے۔ اس کتاب کی آمد نے مسلمانوں کے اندر زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی اور دوسری طرف دوسرے ادیان نے محسوس کیا کہ اب علمی میدان میں ہم اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

براہین احمدیہ کتاب کی عظمت دیکھ کر اسی لئے سید ابوالحسن ندوی صاحب نے جو علمی میدان میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور عالم اسلام میں بڑی شہرت پائی ہے۔ احمدیت کے خلاف عربی اور اُردو میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس کا نام انہوں نے ''قادیانیت'' رکھا ہے۔ لیکن حق کبھی تو زبان اور قلم سے جاری اور عیاں ہو ہی جاتا ہے۔ موصوف سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کی قلم سے براہین احمدیہ جیسی معرکتہ الارا کتاب کے بارے میں یہ نکلا کہ:

''مرزا صاحب (حضرت اقدس مرزا صاحب) کی حوصلہ مند طبیعت اور دور بین نگاہ نے اس میدان کا اپنی سرگرمیوں کے لئے انتخاب کیا۔ انہوں نے ایک بہت ضخیم کتاب کی تصنیف کا بیڑہ اُٹھایا جس میں اسلام کی صداقت۔ قرآن کے اعجاز اور رسول اللہ کی نبوت کو دلائل عقلی سے ثابت کیا اور بیک وقت مسیحیت، سناتن دھرم، آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید کی۔ انہوں نے اس کتاب کا نام ''براہین احمدیہ'' تجویز کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے سب علمی ودینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی۔'' (قادیانیت طبع اول صفحہ 45)

دین اسلام کی تجدید اور عظمت ظاہر کرنے والے شخص کی تعریف کی نسبت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ''تذکرہ'' میں یوں رقمطراز ہیں کہ: جس زمانے میں مجدد ظاہر ہوتا ہے۔

''اس عہد کے خزائن اور برکات کی کنجی اسی کے قبضہ میں دی جاتی ہے پس طالبان فیض اس کے حلقہ ارادت سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر کسی نے بطریق استراق سمع کوئی کلمہ حقیقت حاصل بھی کر لیا تو اول تو وہ مثمر برکات نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو چونکہ عہد کی سلطانی فاتح وعازم دعوت

ہی کو پہنچتی ہے۔ اس لئے وہ بھی بالواسطہ اسی کے فیضان و کشش میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور پھر امام میں وہ قوتیں موہبت الٰہی کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہیں کہ دوسرا کسی رنگ میں ان کا ممارس نہیں بن سکتا۔ ان اولیاء اللہ کا وجود قرآن مجید اور حضرت محمد صلعم کا ظل بن جاتا ہے۔ اور دنیا کے قلوب کو تسخیر کرنے کے لئے جن قوتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں ودیعت کر دی جاتی ہیں۔ مثلاً قوت اخلاق، قرآنی معارف کا جاننا اور افاضہ اور اتمام حجت۔ قوت عزم، کسی حالت میں نہ تھکنا، نہ ناامید ہونا، نہ ارادہ میں سست ہونا۔ اور نہ آزمائش کی گھڑی میں قدم پیچھے ہٹانا اور اقبال علی اللہ۔ عسر و یسر ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ صدق۔ اخلاص۔ محبت۔ وفا۔ عزم۔ ہر حال میں ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی تقدیریں بدل جاتی ہیں اور مشکلات کے پہاڑ اُڑ جاتے ہیں''

اے میرے بھائیو، بہنو! آپ خوشی سے اُچھلیں اور رب کا احسان مانیں اور سجدات شکر بجالائیں کہ یہ تمام صفات ہمارے حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود اور مجدد صد چہاردہم میں بدرجہ اُتم پائی جاتی ہیں۔

ہمارے حضرت اقدسؑ نے فتح اسلام کی بشارت دی ہے ہم لوگ خوش قسمت ہیں جو باوجودیکہ مصائب کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ روحانی طور پر ایک سخت اندھیرا ہے۔ عزائم ایک بھیانک رنگ میں نظر آرہے ہیں لیکن ہم بے کس و بے بس لوگ اپنے قدم ثابت قدمی سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں استقامت کی توفیق دے۔ آمین

ہم لوگوں کو جو اس کی جماعت میں ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ ہمارے پیارے مرشد اور اللہ کا مامور ہمیں یہی تعلیم دیتے ہیں کہ:

''میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! خدا تعالیٰ کی رحمت تم پر ہو۔ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے گئے''

پس اے نونہالان احمدیت آج ہم اس مقدس انسان اور مامور من اللہ کی تعلیم اور جس اشاعت اور تجدید دین کے مقصد کے لئے وہ بھیجے گئے ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے سالانہ دعائیہ کے مبارک دنوں پر اپنی تاریخ کو دوہرا رہے ہیں صرف اسی لفظ پر اپنی توجہ لگا دیں۔ ہمارے مرشد نے فرمایا ''میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو'' آج ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہے کہ کیا ہم واقعی سرسبز شاخ ہیں؟ اور اس شاخ کو سرسبز رکھنے کے لئے ہمارا کیا ''پریاس'' ہے؟ ہم کیا کچھ کر رہے ہیں؟ اور کیا کچھ کرنا ہے؟ اور کس طرح اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ صرف اس ایک کو اگر ہم اپنے قلب و ذہن میں اپنے عمل کے ساتھ رضائے الٰہی اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ کی غیرت اسلامی کے لئے جاگزیں کر لیں تو ہمارا بیڑہ پار ہو جائے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ ''جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے''۔ زندگی انسان کو اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کی عبادت بجالائے۔ اس کی عطا کردہ صحت، تندرستی، توانائی اور مال و دولت کو اللہ کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر اس کی رضا کی نعمت حاصل کرے۔ خدا کا بتایا ہوا راستہ دین اسلام ہے۔ جو بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل و مکمل شریعت ہے۔ اسی دین کے اختیار کرنے اور اس پر چل کر زندگی گزارنے کا نام اسلام ہے۔ اس دین میں داخل ہونے کی شرط لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی خدا تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی، پیشوا اور رہبر و رہنما اور مطاع تسلیم کرنا۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان کے لئے قال اللہ و قال الرسول کا احترام اور اتباع ضروری ہے۔ اس اتباع کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ یہ وہ دین ہے جس کو قرآن کریم

کے بعد کسی شریعت کی حاجت نہیں۔جس طرح دین اسلام کے ظہور کے بعد یہ دین جو آخری ہدایت نامہ اللہ کی طرف سے بنی نوع انسان کو ملا مکمل ہوگیا۔ **الیوم اکملت لکم دینکم** ''قرآن نے کہا۔اور رسالت کا سلسلہ حضرت محمد مصطفٰی کی بعثت پر ختم ہوگیا۔یعنی **ما کانا محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین** ۔اللہ نے قرآن میں لکھ دیا۔اسی طرح شریعت اسلام قرآن حکیم کے نزول کے ساتھ کامل ہوگئی کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم اسلام دینا** ''(المائدہ:3) آنحضور صلعم خاتم النبیین ہیں اور قرآن مجید'' خاتم الکتب'' شریعت غرا کی ضوفشانی سے ہدایت وضلالت ،سلامتی وتباہی ، راستی اور گمراہی کھل کر سامنے آگئی۔اور ایک مسلمان کو یہ حکم دیا گیا کہ **اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول واولی الا مر منکم** ''یعنی فرمانبرداری کرو اللہ کی اوراطاعت کرو نبی آخر الزماں کی اور ان لوگوں کی جنہیں اللہ تعالیٰ ضرورت زمانہ کے مطابق تجدید دین کے لئے مامور کرے گا۔

یہ مامورین وہ اولیاء اللہ ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور صحیح حدیث میں اسے مجدد کی حدیث یا'' حدیث مجدد'' کا نام دیا گیا ہے اور وہ حدیث مجدد ہے کہ'' اللہ تعالیٰ ضرور ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے انسان کو مبعوث کرے گا جو اس کے دین اسلام کی تجدید کرے۔''

اس حدیث کی صحت پر ہر صدی میں'' مجددین کرام'' کا ظہور ہوا جو اُمت مسلمہ میں مبعوث ہوئے ۔ اور بعض صدیوں میں ایک سے زیادہ مجددین نے بھی دعویٰ کیا۔حدیث مجدد، ابوداوٴد جیسی اعلیٰ پایہ کی کتاب میں موجود ہے اواس حدیث کو نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب ''حج الکرامہ'' میں نقل کیا ہے۔گذشتہ تیرہ سو سال میں ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی مجدد آیا جس نے اسی حدیث مجدد کو اپنی مجددیت کا جواز بنایا جس کی پوری فہرست کتاب ''حج الکرامہ'' کے صفحات 135 سے 139 پر نواب صدیق حسن خان صاحب نے دی ہے۔جس کا جی چاہے اس کتاب کو دیکھے اور تسلی کرے۔

برصغیر ہندو پاک میں حضرت مجدد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار برس کا مجدد(گیارویں صدی) اسی نام سے خاص وعام میں مشہور ہیں اور بہت کم لوگ ان کے اصلی نام سے واقف ہیں ۔ان ہی مجددین میں دوسری صدی ہجری میں حضرت امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ پانچویں صدی میں حضرت امام غزالیؒ ۔ چھٹی صدی میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ساتویں صدی ہجری میں حضرت امام ابن تیمیہؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ۔ دسویں صدی ہجری میں حضرت امام سیوطیؒ ۔ بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور تیرھویں صدی ہجری میں حضرت سعید احمد بریلویؒ نے مجدد ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اور چودھویں صدی ہجری میں صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے اللہ کے حکم سے حدیث مجدد کے تحت مجددیت کا دعویٰ کیا اور گذشتہ چودھویں صدی چونکہ اسلام کے لئے بہت کھٹن تھی اسی لئے ان تمام گھٹنائیوں اور اسلام کی عظمت بلند کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے مجدد کو مسیح موعود اور مہدی معہود کا لقب بھی دیا جس کی پیشگوئی رسول خداؐ نے کی تھی۔

ان مجددین کا وعدہ قرآن مجید کی سورۃ نور کی آیت 55 مبارکہ میں موجود ہے جس کا اُردو ترجمہ کچھ یوں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کردے گا اوان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر (امن کی حالت) کردے گا ۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے وہی نافرمان ہیں۔''

اس سے قبل اسی سورۃ نور کی آیت 54 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ:

’’کہہ اللہ کی اطاعت کرو ۔ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ پھر جائیں تو اس (رسول) پر صرف وہ (پہنچا دینا) ہے جو اس کے منہ میں ڈالا گیا اور اگر اس کی اطاعت کرو گے تو سیدھے رستہ پر رہو گے اور رسولؐ کے ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے کچھ نہیں‘‘

ایک طرف تو اس قادر توانا خدائے برتر و اعلیٰ کا وعدہ ہے اور دوسری طرف رسول برحقؐ کی بشارت اور انذار ہے ۔ نہ تو خدا اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے اور نہ ہی یہ صادق اور امین خاتم النبیینؐ کی بشارتِ حقّہ میں شک وشبہ ہے ۔ دین مبین کی حفاظت اور تمکنت کے لئے ہر صدی میں مجددین کا سلسلہ جاری رہا اور ان کی خدمات جلیلہ دینیہ سے دین اسلام مضبوطی سے قائم رہا اور ہر صدی کے دوران یا ایک مجدد کی وفات سے دوسرے مجدد کی بعثت تک جو کمزوریاں ، خرابیاں اور بداعتقادیاں رونما ہوتی رہیں ۔ صدی کے سر پر آنے والے مجدد نے ان کا ازالہ کیا اور یوں اسلام کے چہرہ پر جو گرد وغبار اس دوران پڑتا رہا اسے خدا سے توفیق وعلم پا کر مجدد نے دور کیا ۔ اور یہ دین پھر تر وتازہ ہو گیا ۔ یہ مامور من اللہ اپنے اپنے عہد کے امام تھے جن کو شناخت کرنا بموجب فرمانِ نبویؐ ضروری اور اتباعِ رسولؐ کے لئے شرط اولین ہے ۔

اسلام بنی نوع انسان کو ضلالت سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے ۔ اور جاہلیت کی موت سے بچا کر حیات ابدی دیتا ہے ۔ اسی لئے ہم پر فرض ہے کہ ہم امام الزماں کی شناخت میں پوری پوری کوشش کریں اور جب ہمیں اس مامور کی شناخت ہو جائے تو قرآن کریم کے حکم کونو مع الصادقین کے بموجب اس برگزیدہ کا ساتھ دیں اور اس کے مشن کو مضبوط کریں ۔

مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اپنی کتاب ’’ضرورت الامام‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزماں کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پر ترجیح کیا ہے؟ اس سوال کا جواب حضرت اقدسؒ ہی کے الفاظ میں یوں ہے کہ:

’’اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزماں اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کے معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آتی ہے ۔ اس لئے اس کو کسی دشمن دین کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا وہ روحانی طور پر محمدیؐ فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں ۔ اس کو عطا کئے جاتے ہیں ۔‘‘ (کتاب ضرورت الامام)

دین اسلام کی تائید میں ۔ ادیان عالم پر دین کو غالب کر کے دکھانے میں ۔ قرآن کریم کے حقائق ومعارف کو بیان کرنے میں جو کارنامے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اوراق تاریخ پر نقش کئے ہیں وہ بلا شک وشبہ آپ کے امام الزماں ہونے کی واضح اور روشن دلیل ہیں ۔ جب حضرت اقدس مرزا صاحب کو خلعت مجددیت سے سرفراز کیا گیا تو اس وقت دین اسلام دینی اور دنیوی اعتبار سے اغیار کے جور وستم کا نشانہ بنا ہوا تھا مغربی فلسفہ نے الحاد کا دروازہ کھول دیا تھا ۔ ارکان دین اسلام کا تمسخر اُڑایا جاتا تھا ۔ سرور کائنات مدینہ کے تاجدار کی ذات اقدس پر ناپاک اتہامات اور اعتراض کیے جاتے تھے ۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کے

سردار پر عیسائی دہریہ اور آریہ سماج کی طرف سے بہتان تراشی ہو رہی تھی۔

ہمارے پیارے مرشد و امام اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں فرماتے ہیں:

''اے حق کے طالبو! اور اسلام کے سچے محبو! آپ لوگوں پر واضح رہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے اور ہر ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے۔ جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے۔ ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے ہیں اور جو حقیقی نیکی ہے اس سے بکلی بے خبری ہے۔ اس زمانہ کا فلسفہ اور طبعی بھی روحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے۔۔۔۔ ان علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بدعقیدگی پیدا کر لیتے ہیں کہ خدا کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم وصلوٰۃ وغیرہ عبادات کے طریقوں کو تحقیر اور استہزاء کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ان میں سے الحاد کے رنگ سے رنگین اور دہریت کے رگ و ریشہ سے پر اور مسلمانوں کی اولاد کہلا کر پھر دشمن دین ہیں۔۔۔۔۔ عیسائی لوگ اسلام کے مٹا دینے کے لئے جھوٹ اور بناوٹ کی تمام باریک باتوں کو نہایت درجہ کی جانکاہی سے پیدا کر کے ہر ایک رہزنی کے موقع اور محل ہر کام میں لا رہے ہیں اور بہکانے کے نئے نئے نسخے اور گمراہ کرنے کی جدید صورتیں تراشی جاتی ہیں۔ اور اس انسان کامل ؐ کی سخت توہین کر رہے ہیں جو تمام مقدسوں کا فخر اور تمام مقربوں کا سرتاج ؐ اور تمام بزرگ رسولوں کا سردار ؐ تھا۔ یہاں تک کہ ناٹک کے تماشوں میں نہایت شیطنت کے ساتھ اسلام اور ہادی پاک اسلام ؐ کی بُرے بُرے پیراؤں میں تصویریں دکھائی جاتی ہیں۔ اور سوانگ نکالے جاتے ہیں اور ایسی افترائی تہمتیں تھیٹر کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہیں جن میں اسلام اور نبی پاک ؐ کی عزت کو خاک میں ملا دینے کے لئے پوری طاقت صرف کی گئی ہے۔''

اسلام کو مغلوب کرنے کے لئے ہزار ہا عیسائی مشنری مرد و زن برصغیر پاک و ہند اور افریقہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ کروڑوں پونڈ صلیبی مذہب کو پھیلانے پر صرف کئے جا رہے تھے۔ لاکھوں کتابیں دین اسلام اور ہادی اسلام کے خلاف زہر اگلنے کے لئے بیسیوں زبانوں میں اشاعت پذیر تھیں۔ اس قوت۔ طاقت اور تلبیسی حربوں سے آراستہ لشکر آغیار کے مقابل پر پنجاب کے ایک گمنام گاؤں قادیان کا ایک رہنے والا دین اسلام کے دفاع کے لئے اُٹھتا ہے جس کے پاس نہ تو ہزار ہا مشنری ہیں، نہ کروڑوں روپے کا بجٹ، نہ لاکھوں کتابوں کے چھپوانے کا انتظام، البتہ اُسے تائید ایزدی حاصل ہے۔ اسے کامل ایمان عطا کیا جاتا ہے۔ اس کو قوت امامت دی جاتی ہے۔ اسے بسطۃً فی العلم کی نعمت دی جاتی ہے۔ اس کا عزم راسخ ہے کہ اسلام ادیان باطل پر غالب آ کر رہے گا۔ اسے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی دولت سے مالا مال کیا جاتا ہے اور اسے قرآن حکیم کے حقائق اور معارف سکھائے جاتے ہیں۔

اب جس ملک میں لاکھوں مسلمان صلیبی مذہب کو قبول کر چکے تھے وہاں عیسائی مشنریوں کی پیش قدمی اس امام الزمانؑ کی للکار سے رُک جاتی ہے اور اسلام کا بول بالا ہونے لگتا ہے۔ نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ یورپ، افریقہ اور امریکہ میں عیسائی مشنریوں کا طلسم پاش پاش ہو جاتا ہے۔

یہی نہیں کہ پاک و ہند میں عیسائی مشنری ہزیمت اُٹھاتے ہیں بلکہ اس امام الزمانؑ کے شاگرد اس قوت قدسی سے تربیت پا کر یورپ اور امریکہ میں جہاں صلیب اور تثلیث کا دور دورہ ہے توحید کے جھنڈے گاڑتے ہیں۔ صرف دینی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ دنیوی اعتبار سے بھی اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دورِ خسروی کا آغاز ہو جاتا ہے۔

آزاد اسلامی حکومتیں قائم ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور غیر قوموں کی محکومیت اور غلامی کا جواء اُتار پھینکتی ہیں اور چند سال پہلے دین اسلام پر جو ادبار کی گھٹا چھائی تھی وہ پاش پاش ہو جاتی ہے اور اسلام کے اقبال کے دن شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ حقائق ہیں جن کا اعتراف نہ صرف مسلمان اکابرین نے بلکہ معاندین

اسلام نے بھی کیا ہے اس سلسلہ میں آپ کو ان آراء کا مطالعہ کرنا چاہیے جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؒ کی وفات پر اخبارات اور رسائل میں چھپی تھیں۔ ہماری مرکزی انجمن نے شہادت حقہ کے نام سے ان آراء کو یکجا کر کے چھاپا ہے اس کتاب کو آپ ضرور پڑھیں اور ان غیر احمدی فکر کے صحافیوں، عالموں، دانشوروں اور عظیم المرتبت شخصیتوں نے جس طرح اسلام کے اس فتح نصیب جرنیل کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے جس کی کوئی بھی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ اور یہ سب کچھ اللہ کی زبردست تائید کے ساتھ اس مردِ مومن اور اسلام کے جری پہلوان نے مسیح موعود اور مہدی معہود بن کر دکھایا اور اسلام دشمن تمام باطل طاقتوں کو میدان چھوڑنے پر مجبور کیا۔ تا کہ خدا تعالیٰ کے آخری ہدایت نامہ کا بنی نوع انسان کے لیے تحفظ ہو سکے۔ جو ہمارا مقصد حیات ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے نہ صرف یہ کہ کسر صلیب کر دکھائی بلکہ امام الزماں ہونے کے ناطے اور حکم و عدل کی حیثیت میں مسلمانوں کے فروعی اختلافات کو بھی دور کیا۔ قرآن وسنت اور حدیث کے صحیح مقام کی طرف راہنمائی کی۔ دینی مسائل اور ختم نبوت کے بارے میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اصل پوزیشن واضح کی۔ ناسخ اور منسوخ کے جھگڑے کو ختم کیا اور بڑی شدومد سے ثابت کیا کہ دین اسلام تلوار سے نہیں بلکہ انوار الہیہ سے پھیلا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے سمیع و بصیر ہونے اور اپنے مقرب بندوں سے ہمکلام ہونے پر اپنے ذاتی تجارب سے ثبوت فراہم کیا۔ اور تجدید دین اسلام کا یہ عظیم الشان اور مشکل ترین کام اللہ کی زبردست تائید اور مکمل اتباع اپنے آقا رسول خداؐ کی کر کے 26 مئی 1908ء کو لاہور میں احمدیہ بلڈنگس میں اللہ کو پیارا ہو گیا اور 27 مئی 1908ء کو قادیان میں سپرد خاک کیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆☆

ارشادات حضرت مسیح موعودؒ

مومن کے جو نشان ہیں وہ حالت نہیں رہی
اس یارِ بے نشاں کی محبت نہیں رہی !
اک میل چل رہا ہے گناہوں کے زور سے
سنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے !
کیوں بڑھ گئے زمین پہ بُرے کام اس قدر
کیوں ہو گئے عزیزو ! یہ سب لوگ کور وکر !
کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق وصفا نہیں
کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف وحیا نہیں !
کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اک نظر کرو، کہ یہ کیسا زمانہ ہے !
اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہے چھا گئی
دنیائے دوں کی دل میں محبت سما گئی !
تقویٰ کے جامئے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے !!

☆☆☆☆

امن، صلح اور رواداری اسلام کی اساسی صفات

قاری فضل الٰہی

دنیا کے بڑے مذاہب میں اسلام کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ اس کا نام نہایت پر حکمت اور پُر معنی ہے اور اس کے نام کے اندر ہی اس کی حقیقت اور اصل روح پوشیدہ ہے۔ اسلام کے معنی صلح کے اندر داخل ہونا ہے۔ اور مسلم وہ ہے جو خدا اور خدا کے بندوں سے صلح کرے۔ خدا کے بندوں سے صلح کا مطلب ہے کہ وہ نہ صرف ان سے بدی کرنے یا نقصان دینے سے اجتناب کرے بلکہ ان سے نیکی کا برتاؤ بھی کرے۔ اللہ سے صلح کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس کی رضا کی راہوں پر مستقل کوشش کرے اور اس کے احکام کی پوری کامل طور پر اطاعت کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنایا اور وہ احسان کرنے والا ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ اور ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (البقرہ 112)

اسلام میں داخل ہونا سلامتی میں داخل ہونا ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہی امن کے ہیں۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ وہ عرب جس کے اندر فساد اس قدر بڑھ گئے کہ ہر جگہ فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ معاشرے کا کوئی طبقہ بھی امن کے اندر نہ تھا چند افراد کی اجارہ داری نے پورے عرب کو فسادات کی بھٹی میں جھونک دیا تھا۔ کوئی مذہبی طور پر غلامی کی زنجیروں پر جکڑا ہوا تھا اور کسی کو اقتصادی پابندیوں کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ جانور کو پانی پلانے پر جھگڑا شروع ہوتا اور کئی افراد کے قتل کے بعد بھی یہ جھگڑا ختم نہ ہوتا۔

خواتین کو ایک جانور کی طرح سمجھا جاتا۔ عرب کے حالات ایسے تھے کہ جن کے بارے میں اہل دانش بھی کہہ رہے تھے کہ اس قوم کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ایسے حالات میں اسلام کا عرب میں آنا ایک تازہ ہوا کا جھونکا تھا۔ اسلام نے پورے عرب کو چند سال کے عرصہ میں اپنی رحمت کی لپیٹ میں لے لیا۔ اور عرب کے اندر اس قدر امن قائم کیا کہ وہ عرب جس میں دن کی روشنی میں چلنے سے ڈرنے والے لوگ اس طرح محفوظ ہوئے کہ دن کی بجائے رات کی تاریکی میں سفر کرنے لگے۔

رسول اکرم صلعم کی تعلیمات نے لوگوں کو اخلاقی، روحانی اور ذہنی طور پر بلند کر دیا تھا اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے انہوں نے اپنے زمانے کی تمام قوموں کی نسبت انتہائی ترقی کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلعم کی وفات کے بعد ایک صدی کے اندر اسلام اس زمانہ میں معلوم ممالک کے بڑے حصہ میں پھیل گیا اور انہوں نے ایک عظیم تہذیب قائم کی جس میں علوم اور روشن خیالی نے مثالی ترقی حاصل کی۔ یہ تہذیب ایک ہزار سال تک ترقی کرتی رہی یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا تو امن، رواداری، مساوات پر مبنی تھی۔ مسلمانوں نے ان تعلیمات کو چھوڑا اور اغیار نے ان پر پنجہ مارنا شروع کر دیا اور اسلامی تہذیب کے عروج نے دم توڑا اور موجودہ مغربی تہذیب نے اس کی جگہ لے لی۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلعم کے تاریخی کردار اور رہنمائی کو ذیل کے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

''اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے''

(107:21)

رسول اکرم صلعم کا ذاتی کرداراوران کی تعلیمات کے لئے مقدر ہے کہ وہ تمام اقوام،نسلوں،لوگوں اور مذاہب کے لئے رحمت ثابت ہوں گے۔

اسلام نے کمزور طبقہ کوعزت کے ساتھ قوت بخش دی۔ وہ بلالؓ جن کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھااور ہرقسم کاظلم وستم روارکھا ہوا تھا۔ جیسے ہی بلالؓ اسلام کی آغوش میں آتے ہیں،سید کا لقب مل جاتا ہےاورسیدنا بلالؓ کی طرح اور بھی سینکڑوں غلاموں کوآزادکراتے ہیں۔صرف آزاد ہی نہیں کیا گیا بلکہ عزت اور رتبہ بھی دیا گیا۔

سیدنا زید بن حارثؓ ایک غلام تھےان کوبھی ایسی عزت ملی کہ لوگ ان کوزید بن محمد کہتے تھے۔

اسلام کے آنے سے ظالم کا ہاتھ روک دیا گیا۔اور ظالم کو یہ تنبیہہ کردی گئی کہ آج کے بعد یہ ظلم کا بدلہ دینا ہوگا۔اگر کوئی کسی کا ہاتھ کاٹے گا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور کوئی آزاد قتل کرے گا اس کے بدلے میں آزاد کوقتل کیا جائے گا۔اور مرد کے بدلے مردکواور عورت کے بدلے عورت کوسزا دی جائے گی۔ یہ ایک ایسا قانون تھا جس نے ظالم کے ہاتھ کوروک دیا اور مظلوم کوسہارا دیا جس سے معاشرے میں امن قائم ہوااور اسلام کی اسی برکت کو دیکھتے ہوئے لوگ جوک درجوک اسلام میں داخل ہوئے۔

اسلام نے ایسے اصول وضع کیے جن کے ذریعے دنیا میں امن قائم ہوسکتا تھا۔

اسلام نے رواداری کا سبق دیا۔اسلام نے قوت برداشت پیدا کی۔ اسلام نے ایک دوسرے کی خیرخواہی کا سبق دیا۔جس سے عرب امن کا گہوارہ بن گیا۔آج دنیا کے اندر جہاں بھی امن نظرآتا ہے۔بغور مطالعہ کیا جائے یہی بات سامنے آتی ہے کہ اس قوم نے امن قائم کرنے کے لئے اسلام کے سنہری اصولوں کواپنالیا ہے۔آج دنیا میں جہاں کہیں بھی روشنی کی کوئی کرن نظرآتی ہے اس کے پیچھے سراج منیر(حضرت محمد مصطفیؐ) کا نورکارفرماں ہے۔

آج ہم اپنے معاشرے کے اندر اور اپنے ملک میں بدامنی کی کیفیت دیکھتے ہیں اس کا دُکھ ہوتا ہے۔کہ ہمارا یہ معاشرہ کس راہ پر چل پڑا ہے۔کہیں حسب نسب کا عذاب ہےتو کہیں لوگ حسدوبغض کی آگ میں جل رہے ہیں۔ کہیں فرقہ واریت کی لعنت اور کہیں دہشت گردی کے عذاب سے دوچار ہیں۔

انسان پریشان ہوجاتا ہے کہ وہ ملک جس کو بنانے کا مقصد ہی امن سلامتی میں داخل ہونا تھا۔اس ملک میں بےقراری کی کیفیت کیوں؟ تو اس کی بنیادی وجہ ایک ہی ہے کہ ہم دین اسلام کا نام تو لیتے ہیں مگر عمل سے بہت دور ہیں۔اس لئے اقبال کہتا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اسلام میں ہر شخص کے لئے اور کسی بھی قسم کے عقائد رکھنے والے کے لئے مذہب کی مکمل آزادی ہےاور اس اصول کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسلام کسی ایسے شخص کو جو دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرتا ہے کسی قسم کی سزا مقرر نہیں کرتا۔

کیونکہ اسلام کا کہنا ہے کہ ''دین میں جبر نہیں''۔قرآن مجید دین کے اختیار کرنے میں کسی قسم کے جبر کو قطعاً روا نہیں رکھا گیا۔یہ حقیقت واضح الفاظ میں درج ہے:

''دین میں کوئی زبردستی (منوانا) نہیں ۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہوچکی ہے۔''(256:2)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید ایسے بیانات سے بھرا پڑا ہے جن میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایک یا دوسرے مذہب پر ایمان رکھنا ایک شخص کا اپنا ذاتی فعل ہےاور اس کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایک طریق اختیار کرے یا دوسرا۔اگر وہ سچائی کو قبول کرتا ہےتو وہ اس کے اپنے بھلے کے لئے ہے۔لیکن اگر وہ غلطی پر مصر رہتا ہے تو اس میں اسی کا نقصان ہے۔اس

بارے میں چند آیات کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ ''کہہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ سو جو کوئی چاہے ایمان لائے اور جو کوئی چاہے انکار کرے۔''(29:18)

۲۔ ''ہم نے اسے راستہ دکھا دیا ہے چاہے وہ شکر گزار ہے اور چاہے ناشکرا۔''(3:76)

۳۔ ''تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آ چکی ہیں۔ سو جو کوئی دیکھتا ہے تو وہ اپنی جان کی بھلائی کے لئے ہے اور جو کوئی اندھا رہا اسی پر وبال ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں۔''(104:6)

۴۔ اگر تم نے نیکی کی تو اپنا ہی بھلا کیا اور اگر تم نے برائی کی تو اپنے لئے۔''(17:7)

رسول اللہ صلعم اور ان کے ماننے والے ہر مسلمان کا فرض صرف یہ ہے کہ وہ سچائی کے پیغام کو لوگوں تک پہنچائے اور بس۔ اس بات کی وضاحت ذیل کی آیت میں کی گئی ہے:

۱۔ ''پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو یقیناً انہوں نے راہ پالی اور اگر وہ پھر جائیں تو تجھ پر اس کا پہنچانا ہی ہے۔''(20:3)

۲۔ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔''(12:64)

۳۔ ''کہہ اللہ (تعالیٰ) کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو اس پر صرف وہ (پہنچا دینا) ہے جو اس کے ذمہ ڈالا گیا۔ اور تم پر وہ واجب ہے جو تمہارے ذمہ ڈالا گیا۔ اور اگر اس کی اطاعت کرو گے تو سیدھے رستے پر رہو گے اور رسول کے ذمہ سوائے کھول کر پہنچا دینے کے کچھ نہیں۔''(54:24)

۴۔ ''کہہ اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے حق آ چکا۔ سو جو کوئی سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ اپنے بھلے کو ہی راہ پر چلتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور میں تم پر مختار نہیں۔''(106:10)

۵۔ ''ہم نے تجھ پر لوگوں کی (بھلائی) کے لئے حق کے ساتھ کتاب اُتاری ہے سو جو کوئی سیدھی راہ پر چلتا ہے تو وہ اپنے (بھلے کے) لئے ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر ہے اور تو اُن کا ذمہ دار نہیں۔''(41:39)

۶۔ ''اور ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ تو ان کا کارساز ہے۔''(107:6)

۷۔ ''تو تجھ (رسولؐ) پر صرف پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔''(40:13)

۸۔ ''اور تیری قوم نے اس (پیغام) کو جھٹلا دیا حالانکہ وہ حق ہے۔ اور کہہ میں تم پر وکیل نہیں۔''(66:6)

۹۔ ''اور ان لوگوں پر جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ ان (کافروں) کے حساب میں سے کچھ (ذمہ داری) نہیں۔ لیکن یہ نصیحت ہے تاکہ وہ بچیں۔''(69:6)

۱۰۔ ''اور تو (اے رسولؐ) ان پر جبر کرنے والا نہیں۔ سو قرآن کے ساتھ اسے نصیحت کر جو میرے وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے۔''(45:50)

قرآن مجید اس حقیقت کا بھی ذکر کرتا ہے جس کا ہم عمومی طور پر مشاہدہ بھی کرتے ہیں کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حق پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ نہیں لاتے۔ اور کوئی انسان کسی کو جبراً ایسا کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کو جبراً ایسا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلعم کو قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جس قدر لوگ سب کے سب ایمان لے آتے ہیں تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں۔''(99:10)

''ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریق مقرر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی گروہ بنا دیتا۔لیکن وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہارے جوہر دیکھے۔سو نیکیوں کو آگے بڑھ کر لو۔تم سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔پس جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے وہ تمہیں بتادے گا۔''(48:5)

آج ہمیں عمل کی ضرورت ہے۔اپنے بزرگوں اور اسلاف کے طرز زندگی کو اپنانے کی ضرورت ہے۔اور قرآن مجید کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یقیناً ہم دوبارہ امن سلامتی میں داخل ہو سکتے ہیں۔

ان ساری چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امام وقت نے فرمایا:

''انسانیت کی ہدایت کے لئے قرآن واحد سرچشمہ ہدایت ہے۔اسی سے سیراب ہو کر تم کامیاب ہو سکتے ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ امن سلامتی میں داخل ہونے کی توفیق دے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم باعمل مسلمان بنیں نہ کہ جوش میں ڈوبے اور ہوش سے عاری مسلمان۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

روشنی کے وارث بنو نہ کہ تاریکی کے عاشق

یادرکھو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ جن کے ساتھ نفسانی اغراض کی کوئی زہریلی آمیزش نہیں وہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں۔سو تم ان اخلاق فاضلہ کو محض اپنی کوشش سے حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم کو اوپر سے وہ اخلاق عنایت نہ کئے جائیں اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ روح القدس اخلاق کا حصہ نہیں پاتا وہ اخلاق کے دعوے میں جھوٹا ہے اور اس کے پانی کے نیچے بہت سا کیچڑ ہے اور بہت سا گوبر ہے جو نفسانی جوشوں کے وقت ظاہر ہوتا ہے سو تم خدا سے ہر وقت مانگو جو اس کیچڑ اور اس گوبر سے نجات پاؤ اور روح القدس تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔یادرکھو کہ سچے اور پاک اخلاق راستبازوں کا معجزہ ہے جن میں کوئی غیر شریک نہیں کیونکہ وہ جو خدا میں محو نہیں ہوتے وہ اوپر سے قوت نہیں پاتے اس لئے ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پاک اخلاق حاصل کر سکیں سو تم اپنے خدا سے صاف ربط پیدا کرو،ٹھٹھا،ہنسی،کینہ وری،گندہ زبانی،لالچ،جھوٹ،بدکاری،بدنظری،بدخیالی دنیا پرستی،تکبر،غرور،خود پسندی،شرارت،کج،بحثی سب چھوڑ دو،پھر یہ سب کچھ تمہیں آسمان سے ملے گا جب تک وہ طاقت بالا جو تمہیں اوپر کی طرف کھینچ کر لے جائے تمہارے شامل حال نہ ہو اور روح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مردہ ہو جس میں جان نہیں اس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو،نہ اقبال اور دولت مندی کی حالت میں تکبر اور غرور سے بچ سکتے ہو اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو،سو تمہارا علاج تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ روح القدس جو خاص خدا کے ہاتھ سے اترتی ہے تمہارا منہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے،تم ابنا السما بنو نہ ابنا الارض اور روشنی کے وارث بنو نہ تاریکی کے عاشق تا تم شیطان کی گذرگاہوں سے امن میں آجاؤ کیونکہ شیطان کو ہمیشہ رات سے غرض ہے دن سے کچھ غرض نہیں،کیونکہ وہ پرانا چور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

(کشتی نوح)

محترمہ رضیہ مددعلی صاحبہ المعروف ''آپا جی''

بشریٰ علوی

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی . یفقھو قولی

ان الفاظ سے ہمیشہ اپنی تقریر کا آغاز کرنے والی خاتون محترمہ بیگم رضیہ مددعلی صاحبہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ اللہ تعالیٰ پر محکم ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق رکھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ تحریک احمدیت اور امام زماں کی وفادار رہیں۔ اور یہی خصوصیات کسی بھی تحریک یا جماعت کو دائمی زندگی بخشنے کا موجب ہوتی ہیں

میں نے بہت سے لوگوں کے بارے میں لکھا ہے مگر آپا جی جیسی ہمہ جہت شخصیت کے بارے میں کچھ لکھنا بہت مشکل تھا۔ میں اُن کی بلند قامت شخصیت کے آگے ہر بار جھلک جاتی اور کوئی سرا ہاتھ نہ آتا کیونکہ آپا جی احمدیت، انسانیت، محبت اور اخلاص کا گہرا سمندر تھیں۔ تنظیم خواتین کی مستقل ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی اور انتظامی عہدوں پر بھی فائز رہی تھیں۔ خواتین کے سماجی اور امدادی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ میرے علم میں ہے کہ تنظیم خواتین کے وظائف فنڈ میں ایک معقول رقم دینے کے علاوہ کشادہ دلی سے ذاتی حیثیت سے بھی چند احمدی بچیوں کی مستقل تعلیمی فیس کی ذمہ داری بھی بخوبی نبھائی اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد و معاون ثابت ہوئیں۔ ڈاکٹر مجاہد سعید اور ان کی ٹیم نے جب جماعت احمدیہ کی ویب سائٹ کا آغاز کیا تو اس کے اجراء کے لئے آپ نے بھی مالی معاونت فرمائی اور بعد میں اس کو جاری رکھا۔

جماعت کی بچیوں کی تعلیمی اور جماعتی سرگرمیوں میں آپ ان کی حوصلہ افزائی فرماتی تھیں۔ اگر کسی بچے کے اچھے مارکس یا گریڈ آتے تو فوراً مبارک باد کے ساتھ اچھا ساتحفہ لے کر ان کے گھر پہنچ جاتیں۔ اسی طرح اگر کوئی نوجوان مبلغ اچھا خطبہ دیتے تو آپا جی فوراً پردے کے پیچھے ہی بیٹھے ہوئے ستائشی الفاظ سے جزاک اللہ کہتی تھیں۔ اس سے نئے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی اور وہ مزید اپنے اندر نکھار پیدا کرتے۔ میں نے بھی جب پہلی دفعہ تربیتی کورس میں کتاب ''الوصیت'' پڑھائی تو لیکچر کے اختتام پر میرا ہاتھ چوم کر مجھے شاباش دی۔

اپنے عقائد اور دین پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ اکثر نوجوانوں کے سوالوں کو انتہائی تحمل سے سن کر مدلل جواب دیتیں جس سے وہ مطمئن ہوجاتے۔ بچوں اور بچیوں کے لئے رول ماڈل تھیں۔ آپا جی کی حوصلہ افزائی کی ہی بدولت بہت سی بچیوں نے تنظیم خواتین کے لئے کام میں دلچسپی سے کام کرنا شروع کیا۔

اپنی تقاریر اور روزمرہ کی گفتگو میں پنجابی زبان کے الفاظ کو اس انداز سے ادا کرتیں کہ بات نہایت خوبصورت ہوجاتی۔ آپ کی مخاطب زیادہ تر نوجوان نسل ہوتی تھیں۔ بقول آپا جی! اسی نوجوان نسل نے جماعت کو آگے لے کر جانا ہے۔ بیان القرآن کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنے کی ازحد تاکید اور تلقین فرمائی تھی۔ اس طرح آپ کی نصیحتوں کا اثر کئی نوجوانوں پر ہوا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ آپا جی کے کہنے پر انہوں نے بیان القرآن پڑھنا شروع کیا۔ یہ بھی اُن کے لئے ایک صدقہ جاریہ ہے۔ ایک بچی نے میرے

پوچھنے پر بتایا کہ بقول آپا جی !اگر قرآن کو سمجھ کر پڑھو گے تو اس کی مثال ایسے ہوگی کہ آپ کے والد کا خط آئے کہ وہ فلاں تاریخ کو آرہا ہے اُسے لینے پہنچ جاؤ اور آپ خط کو بغیر سمجھے صرف عقیدۃً چوم کر ایک طرف رکھ دیں تو کیا نتیجہ ہوگا۔؟

قرآن پاک کو مکمل ترتیب کے ساتھ پڑھنے کی نصیحت کرتیں اور بچیوں کو دنیاوی اور دینی تعلیم حاصل کرنے پر زور دیتی تھیں ۔ اپنی تقاریر میں وحی ولایت اور وحی نبوت کو بہت اچھے طریق سے ذہن نشین کرواتی تھیں ۔نظر کا پردہ، نظر کو خیانت سے بچانا، یعنی خیالات کو پاکیزہ رکھنے کی بہت زیادہ نصیحت کرتیں اور فرماتیں کہ خیالات کی پاکیزگی کے طفیل کردار میں پختگی آئے گی۔

رابطہ دورے خواہ اندرون ملک کے ہوں یا بیرون ملک آپ کے بغیر نامکمل سمجھے جاتے تھے ۔ اندرون ملک کے شہر سیالکوٹ، اوکاڑہ، ملتان اور بدوملہی کے رابطہ دوروں میں مجھے بھی اُن کے ساتھ جانے کا موقع ملا ۔آپ ہر جگہ جماعتی تنظیم اور جماعت کی تلقین کرتی تھیں ۔خواتین کو مسجد کی اہمیت مرکز سے رابطہ رکھنے اور جماعت سے وابستہ رہنے کی ہدایت کرتیں ۔ وہاں کے لوگوں کی خوشیوں میں شامل ہوتیں ۔ ایک دفعہ بدوملہی کے رابطہ دورے کے دوران وہاں کی صدر مجید بیگم کے بیٹے کی شادی کی خوشی میں لاہور سے مٹھائی لے کر گئیں اور بہو کو سلامی کے طور پر کچھ رقم بھی دی ۔ آپ جہاں جاتیں وہاں کے ماحول میں اپنے آپ کو ڈھال لیتیں۔

بیرون ملک بھی کافی ممالک کے دوروں پر تشریف لے گئیں اور وہاں کے لوگوں پر اپنی شخصیت کا گہرا اثر چھوڑ گئیں ۔ سرینام کے دورے کا خصوصاً ذکر فرماتی تھیں کہ کسی طریقے سے ایک بہت بڑے مجمع میں جس میں اُس ملک کا ہندو صدر بھی مدعو تھا آپ نے اُس کو مسٹر پریذیڈنٹ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' کہہ کر مخاطب کیا۔ کیونکہ آپ اسے اسلام اور احمدیت کی سچائی اور عظمت سے روشناس کروانا چاہتی تھیں ۔آپ کے ساتھی ممبران بتاتے ہیں کہ آپ کی تقریر کے دوران ہال میں مکمل خاموشی تھی اور ہر کوئی اُن کے خیالات سے مستفید ہورہا تھا۔

تعلقات کو نبھانے کا فن خوب جانتی تھیں ۔ جماعت کے افراد کے علاوہ نہ صرف اپنے ہمسائے بلکہ والدین کے ہمسائے جو لاہور میں آباد تھے اُن کی خوشی اور غمی میں برابر کی شریک ہوتی تھیں ۔ زندگی کے آخری ایام میں کسی کی دستکاری کے ساتھ ان کا پیغام مجھے بھیجا اور ان الفاظ میں مجھے اور ارشد کو لکھ کر دُعا دی۔

''لعلوں کی جوڑی سلامت رہو۔''

آپا جی کے لئے صرف اتنا کہوں گی کہ

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بے پایاں رحمت میں رکھے۔(آمین)

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب وخواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں ۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔

پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے ۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں ۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

زمانہ کے امام کو پہچانو

بشارت سلیم (سرینگر)

ایک مستند حدیث ہے کہ: ''من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیه ''جس شخص نے زمانہ کے امام کونہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا''۔ یعنی اس مامور کے روحانی نور سے محروم رہا جو وہ اللہ کی زبردست تائید کے ساتھ اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اس مستند حدیث کی تائید قرآن کریم کی سورۃ الفتح میں بھی موجود ہے۔

حضرت مرزا صاحب کو رویاء صالحہ و کشوف صادقہ اور الہامات کا سلسلہ قریباً 1860ء سے شروع ہو گیا تھا۔ دعویٰ مسیحیت تو اس کے قریباً تیس سال کے بعد کیا گیا۔ آپ کے ساتھ رویا صالحہ فلق الصبح کی طرح پورے ہوتے تھے جن کے پورا ہونے کے گواہ ہندو، سکھ، عیسائی سب ہی تھے۔ جس پر تاریخ گواہ ہے۔

1886ء میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ خاص الہام ماموریت کے مقام پر فائز کیا گیا اور حدیث نبویؐ ان الله یبعث هذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها (ابوداؤد) کے تحت ہجری کی چودھویں صدی کے سر پر مجدد بنا کر تجدید دین کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ زمانہ کی ضروریات کے تقاضے کے مطابق اسلام کی حمایت میں جب آپ کی کتاب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو مخالفین اسلام کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور جو امیدیں وہ اسلام کے خاتمہ کے متعلق لگائے بیٹھے تھے ان سب پر یکلخت پانی پھر گیا اور جو منصوبے وہ اسلام کو زیر کرنے کے لئے بنا رہے تھے وہ سب اس کتاب کی اشاعت سے خاک میں مل گئے کیونکہ اس کتاب میں نہ صرف مخالفین اسلام کے ان تمام اعتراضات کو ایک ایک کر کے توڑا گیا جبکہ ان کے ایسے تسلی بخش جواب دیئے گئے تھے کہ جس کی تردید کرنا مخالفین کے لئے ناممکن ہو گئی۔ علاوہ ازیں اسلام کی برتری بھی دیگر تمام ادیان پر ایسے روشن دلائل سے ثابت کی گئی کہ جن سے ان کی آنکھیں نہ صرف چکا چوند ہو گئیں بلکہ ان کے مقابلہ میں ان کو اپنے مذاہب مردہ نظر آنے لگ پڑے۔ کہاں وہ اسلام کے مٹ جانے کے منتظر تھے اور کہاں اُن کو اپنے مذاہب کے مٹ جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا؟ اور ان کو یقین ہو گیا کہ اسلام کی تائید میں حضرت مرزا صاحب کی پیش کردہ صداقتوں کو نہ جھٹلایا جا سکتا ہے نہ ان کے مقابلہ میں ان کے مذاہب کا ٹھہرنا ممکن ہے اور مخالفین اسلام کے اضطراب اور گھبراہٹ کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف اس کتاب کو پڑھ کر مسلمان جو مخالفین اسلام کے حملوں کی تاب نہ لا کر اپنے مذہب اسلام کے زندہ رہنے کے متعلق مایوسی کا شکار ہو رہے تھے ان کی مایوسی یک لخت یقین بھری امید میں تبدیل ہو گئی اور اسلام کا مستقبل ان کو درخشاں نظر آنے لگا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اسلام تمام دیگر ادیان پر غالب آنے کی اپنے اندر صلاحیت رکھتا ہے اس حالت کو دیکھ کر ان کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اور وہ خوشی کے مارے اچھلنے لگے۔ ان کے دل اس یقین سے لبریز ہو گئے کہ مجدد دوران اور حامئی اسلام پیدا ہو گیا۔ آپ کی کتاب براہین احمدیہ کے متعلق یہاں تک کہا گیا کہ 1300 سال میں اسلام کی تائید میں اس پایہ اور شان کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ 1300 برس کی تصنیفات میں سے کوئی شخص ایک کتاب بھی ایسی پیش نہیں کر سکتا جو کتاب براہین احمدیہ کے ہم پلہ ہو۔

الغرض اس کتاب کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں سیدنا حضرت مرزا صاحب کی عظمت بیٹھ گئی اور آپ ساری اسلامی دنیا پر عزت اوراحترام کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔ کثیر التعداد مسلمان آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے لیکن حضرت مرزا صاحب نے یہ کہہ کر بیعت لینے سے انکار کر دیا کہ ابھی مجھے بیعت لینے کا خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں ہوا ہے۔

1882ء میں آپ نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور اسلام کی تائید اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں قلمی جہاد میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ ایسے وقت میں جب کہ آپ کی اسلامی خدمات کو سراہا جارہا تھا اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت گھر کر چکی تھی اور آپ انتہائی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھے جارہے تھے کہ یکا یک 1883ء میں آپ کے قلب صافی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ میں الہام نازل ہوتا ہے کہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

آپ کے مخالفین اگر خدارا انصاف اور تقویٰ سے کام لے کر اس الہام کے ایک ایک لفظ پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیسا پر ہیبت اور پر شوکت اللہ کا یہ کلام ہے اور پھر ان حالات پر غور کریں۔ جن حالات میں یہ کلام نازل ہوا۔ حالات یہ ہیں کہ آپ ساری قوم میں مقبول ہیں۔ آپ کو قبول نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن الہام کے الفاظ کہہ رہے ہیں کہ وقت آنے والا ہے کہ آپ کو قبول کرنے سے چند لوگ ہی نہیں بلکہ ایک دنیا انکار کر دے گی اور آج جو آپ کو سچا اور راستباز یقین کیا جارہا ہے اور علی الاعلان آپ کی سچائی کا اعتراف ہورہا ہے۔ وقت آنے والا ہے کہ آپ کو نعوذ باللہ کافر قرار دیا جاوے گا۔

آپ کی سچائی کے اعتراف کے راستے میں ایسی روکیں کھڑی کی جائیں گی کہ لوگوں کے لئے آپ کو سچا یقین کرنا مشکل ہوجائے گا۔ اس حد تک مشکل ہوجائے گی کہ زمینی وسائل اس مشکل کو دور کرنے میں، کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ بلکہ اس مشکل کو دور کرنے کا کام خود اللہ تعالیٰ کو اپنے ہاتھ میں لینا پڑے گا اور اسی کے زور آور حملے ہوں گے جو آپ کی سچائی اور آپ کے صدق کو نمایاں کر کے دکھلانے میں کامیاب ہوسکیں گے اور یہ زور آور حملے یوں ہی شروع نہ ہوں گے بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''نذیر'' ہونے کی حیثیت حاصل ہوگی۔ الہام میں ''نذیر'' کا لفظ بتلا رہا ہے کہ آپ پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ آپ کی قوم کی طرف سے سخت اذیت پہنچائی جائے گی جس کے نتیجہ میں خدا سے علم پا کر آپ کو قوم کے موردِ غضبِ الٰہی ہونے کی پیشگوئیاں کرنی پڑیں گی اور یہ پیشگوئیاں ان ہی زور آور حملوں کے متعلق ہوں گی جن کا ذکر اس الہام میں کیا گیا ہے چنانچہ ان زور آور حملوں میں سے ایک حملہ حسب پیشگوئی طاعون کا زور آور حملہ تھا جس نے دلوں کو دہلا دیا اور لوگوں کو مجبور کر دیا کہ آپ کی سچائی کو قبول کریں۔ چنانچہ قبل از وقت یہ اعلان کر دیا گیا کہ طاعون کی شدت اور اس کے زور آور حملہ کو دیکھ کر لوگوں کے دل بول اٹھیں گے کہ اے خلق کے مسیح ہمیں اس موذی بیماری سے بچا۔ اس کے بعد تو ہماری مخالفت کے گندے مادے کو نہیں دیکھے گا۔ پھر زمین آپ کو مخاطب کر کے کہتی ہے (یعنی اہل زمین) کہ اے اللہ کے ولی میں تجھے پہچانتی تھی۔ اب یہ حقیقت ہے کہ اس ایک ہی زوردار حملہ نے ہزاروں کو آپؑ کی بیعت میں داخل کر دیا اور الہام کے الفاظ ''اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا'' بڑی صفائی سے پورے ہوگئے جن سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ فی الحقیقت خدا کے مقبول بندوں میں سے تھے۔ دنیا آپ کو پہچانے یا نہ پہچانے مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو اچھی طرح شناخت کر لیا اور سنت الٰہی کے ماتحت آپ کو دنیا میں بھی مقبول بنا دیا جس کا اب مخالفین بھی مشاہدہ کررہے ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ باوجود ان کی تمام تر

مخالفانہ کوششوں کے دن بدن مسیح موعودؑ کی (مقبولیت) میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔صرف پاکستان اور بھارت میں ہی نہیں بلکہ اکناف عالم میں آپ کی شہرت پھیلتی جا رہی ہے۔اور زمین کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔جیسا اللہ کا وعدہ تھا۔ابھی آپ کے اس بیان کردہ الہام میں جن واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے ان میں سے ہر ایک کا وقوع میں آنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار عنید سے عنید دشمن بھی نہیں کرسکتا۔ بحیثیت ''نذیر'' ہونے کے حضرت مسیح موعودؑ نے متعدد پر شوکت اور انذاری پیشگوئیاں کیں جو مختلف افراد کے متعلق بھی تھیں اور مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے متعلق بھی اور ان میں سے ہر ایک نے وقوع میں آ کر لوگوں کے دلوں کو آپ کی طرف مائل کر دیا اور ان کی گردنوں کو آپؑ کے آگے جھکا دیا۔اور ان کے قلوب میں نفرت کی جگہ محبت کو پیدا کر دیا اور دوبارہ از سر نو ان کے سینوں کو اخلاق سے بھر پور کر دیا۔یہی وہ پیشگوئیاں تھیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے زور آور حملوں کی شکل اختیار کی۔کبھی ان پیشگوئیوں نے طاعون کی صورت میں اپنا زور دکھایا اور کبھی ہیضہ کی شکل میں اختیار کر کے ہزاروں جانوں کو لقمہ اجل بنایا۔کبھی سیلابوں۔طوفانوں، زلزلوں اور جنگوں وغیرہ کی آفتوں سے ملکوں کو تہہ بالا کر دیا اور کبھی دشمنوں کے مخالفانہ منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ان کی ناکامیوں کی پیشگوئیاں کیں جن میں سے ایک بھی خطا نہ گئی اور کبھی ان کے بالمقابل اپنی کامیابیوں کی پیش از وقت خبریں دیں گئیں اور وہ پوری ہوتی رہیں۔اور کبھی دعاؤں کی قبولیت کے ذریعہ سے اپنی صداقت کو ظاہر کیا اور کبھی مباہلہ میں دشمنوں کو ذلت کے گھڑے میں گرا کر اور آپ کو عروج و ترقی پر پہنچا کر اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید اور نصرت کا ثبوت بہم پہنچایا۔اور کبھی علمی میدان میں آپ کو فتح عطا کر کے آپ کی صداقت کو ثابت کر دیا۔اور کبھی قرآنی حقائق اور معارف کے بیان کرنے میں مخالف علماء کو عاجز ثابت کر کے ارشاد الٰہی کے تحت آپ کے مطہر ہونے کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا۔غرض کہ ابھی بیان کردہ الہام میں زور آور حملوں نے مختلف پہلوؤں سے حسب وعدہ خدا تعالیٰ نے آپ کی صداقت اور سچائی کو واضح کیا۔اور اس پودا کو جو شروع میں نہایت ہی کمزور نظر آ رہا تھا اور جس کے متعلق مخالفین علماء کو یقین تھا کہ وہ ایک ہی ضرب سے اس کو اکھاڑ کر پھینک دیں گے۔سورۃ الفتح آیت 29 میں بیان کردہ اپنی سنت کے مطابق اللہ نے اسے ایسا تناور درخت بنا دیا کہ اب دشمنوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ وہ اس کو اکھاڑنے میں کامیاب ہوسکیں گے بلکہ اب اُن پر امید کے بجائے مایوسی طاری ہوئی ہے۔حضرت اقدس نے ان حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے اظہارِ تشکر کے طور پر کیا خوب کہا ہے کہ:

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ادنیٰ شکار
بات پھر یہ کیا ہوئی۔کس نے میری تائید کی
خائب و خاسر رہے تم ہو گیا میں کامگار

اپنے مقرب بندوں کے بارے میں قرآن مجید کی سورۃ الفتح آیت 29 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ماموروں کا دعویٰ اس کھیتی کے مانند ہوتا ہے جو ابتداء میں صرف اپنی سوئی نکالتی ہے۔پھر اللہ تعالیٰ اس کو قوت عطا کرتا ہے۔پھر وہ اس عطا کردہ قوت سے آہستہ آہستہ موٹی ہوتی چلی جاتی ہے جو اس کھیتی کے زارعین کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑا دیتی ہے اور اس کے بالمقابل مامور الٰہی کا انکار کرنے والے اس کی اس ترقی کو دیکھ کر اپنے غیظ و غضب کی آگ میں جل رہے ہوتے ہیں۔خدا تعالیٰ نے مومنوں میں سے عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ انہیں ان کے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہوئے اپنی حفاظت میں رکھے گا۔اور علاوہ ازیں انہیں اپنے اجر عظیم کا وارث کرے گا۔

اب دیکھ لیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کی پیدا کردہ جماعت قرآن مجید کی اس ابھی بیان کردہ آیت کے ایک ایک لفظ کی مصداق ثابت نہیں

ہو رہی۔ کیا یہ قرآنی آیت ثابت نہیں کر رہی کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے نزدیک انہی مومنوں میں سے تھے جن کے ایمان کو اعمال صالحہ نے صیقل اور مضبوط کیا ہوا تھا اور اسی وجہ سے اللہ نے انہیں ان کے دشمنوں کے حملوں سے بچاتے ہوئے اپنی حفاظت میں نہ لیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں اجر عظیم کی نعمت عظمیٰ سے بھی نوازتا نہ رہا اور اپنے خاص فضلوں اور رحمتوں کے وارث بناتے ہوئے ہمیشہ انہیں کامیابیوں سے ہی ہمکنار کرتا رہا۔

اگر مسیح موعودؑ کے مخالفین قرآن کریم کی اسی ایک آیت پر ہی غور کی نظر ڈالیں تو فوراً مخالفت کو ترک کر کے آپ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی سعی میں لگ جائیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے۔

مسیح موعود کی مخالفت کا آغاز کب اور کیوں ہوا؟ اس بارے میں ہر شخص کے دل میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر کون سے اسباب تھے جن کی وجہ سے قلوب میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ عزت واحترام کی جگہ حقارت اور استہزاء نے جگہ لی۔ دوست، دشمن ہو گئے۔ خیر خواہ بدخواہ بن گئے۔ قرب نے بعد کی شکل اختیار کر لی۔ ترقی چاہنے والے حضرت اقدس کو ناکامی کے گھڑے میں دھکیلنے کی کوشش میں لگ گئے اور آپ کے مقابلہ میں مسلمان بھی عیسائیوں اور اہل ہنود کی حمایت میں کمر بستہ ہو گئے۔ آخر وہ کیا بات تھی جس نے اپنوں کی دشمنی کو اس انتہا تک پہنچا دیا کہ اسلام کے لئے جو غیرت ایک مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے۔ وہ بھی مفقود نظر آنے لگ پڑی۔ یہاں تک کہ اپنی دشمنی کے جذبات کی تشنگی کو بجھانے کے لئے آپ کے مقابلہ میں دشمنان اسلام کی پیٹھ ٹھونکنے لگ گئے۔ کیا اس انقلاب کا باعث یہ ہوا کہ آپ کی ذات میں کوئی ایسا نقص لوگوں کو نظر آیا جس سے حضرت اقدس پر حسن ظن کا فور ہو گئی۔ نہیں، ہرگز نہیں، ایسا قطعاً نہیں ہوا۔ آپ کی ذات اس قسم کے تمام نقائص سے پاک تھی اور مخالفین کا اعتراف ہے کہ کریکٹر کے لحاظ سے آپ کے دامن پر سیاہی کا ایک دھبہ بھی نہ تھا۔ اور مرتے دم تک پاک رہی۔

خدمت اسلام کا جذبہ آپ کے دل تطہیر میں دن بدن تیز تر ہوتا چلا گیا۔ آپ کا صدق وصفا دن بدن نمایاں ہی نمایاں ہوتا چلا گیا۔ آپ کا دامن عیوب سے اس قدر پاک تھا کہ عنید سے عنید دشمن بھی باوجود چیلنج پر چیلنج کے آپ کے کسی بھی عیب کی نشاندہی نہ کر سکا۔ اگر یہ بات نہ تھی تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سا امر اس انقلاب عظیم کا باعث بنا۔ جس سے سبھی لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔

اس مخالفانہ انقلاب کا باعث سمجھنے کے لئے پہلے اس بات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ مسلمان علماء اور عوام کے دلوں میں دو اعتقاد راسخ ہوئے تھے۔ اول یہ کہ حضرت مسیح ناصریؑ اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہی دنیا میں دوبارہ تشریف لا کر اسلام کا دیگر ادیان پر دلائل سے نہیں بلکہ تلوار کے زور سے غلبہ ثابت کریں گے اور دوسرا یہ کہ مہدی کے ساتھ تمام ان مخالفین اسلام کو جو اسلام میں داخل ہونے کا انکار کریں گے تہہ وتیغ کر دیں گے اور مسلمانوں کی جھولیاں سیم وزر سے بھر دیں گے۔ یہ اعتقاد ایسا راسخ تھا کہ مسلمان اس کو چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر بھی تیار نہ تھے۔ چنانچہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا'' والے الہام کے قریباً آٹھ سال کے بعد لوگوں کے مخالف ہو جانے کا ذکر ہے۔

حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ الہام یہ اطلاع دی گئی کہ حضرت مسیح ناصری نبی اللہ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح اسی امت مسلمہ کا فرد ہوگا۔ جس کو حضرت مسیح ناصری سے شدید مشابہت رکھنے کی وجہ سے احادیث میں مسیح کے نام سے پکارا گیا ہے اور وہ فرد آپ ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہدی کوئی الگ شخصیت نہیں ہے بلک اُمت کے ایک ہی کامل شخص کو دو مختلف حیثیتوں سے یہ دو نام ''مسیح اور مہدی'' دیئے گئے ہیں جیسا کہ لا مھدی الا عیسیٰ والی حدیث سے ظاہر ہے۔ غیر مذاہب کو بالعموم شکست دینے اور صلیبی مذہب کے طلسم کو بالخصوص پاش پاش

جلسہ سالانہ 2017ء

ICC میٹنگ فارن ڈیلیگیٹس

رمضان المبارک میں افطاری کا منظر
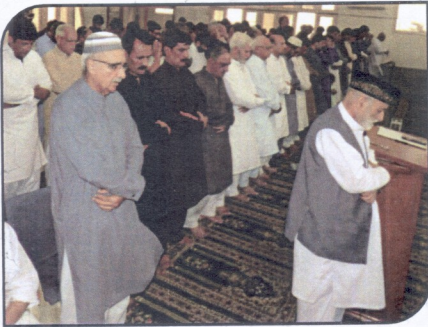
عید الفطر کا خطبہ اور نماز

شعبان الاحمدیہ سے حلف لیتے ہوئے
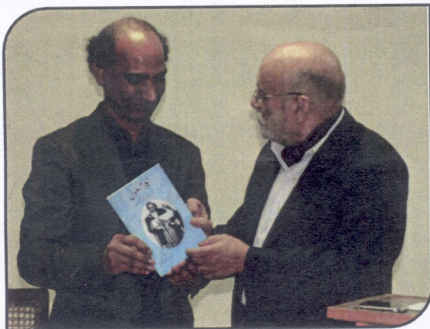
برلن کے مشہور مصنف اور شاعر کا دار السلام لاہور کا دورہ

سالانہ تربیتی کورس 2018ء کے چند مناظر
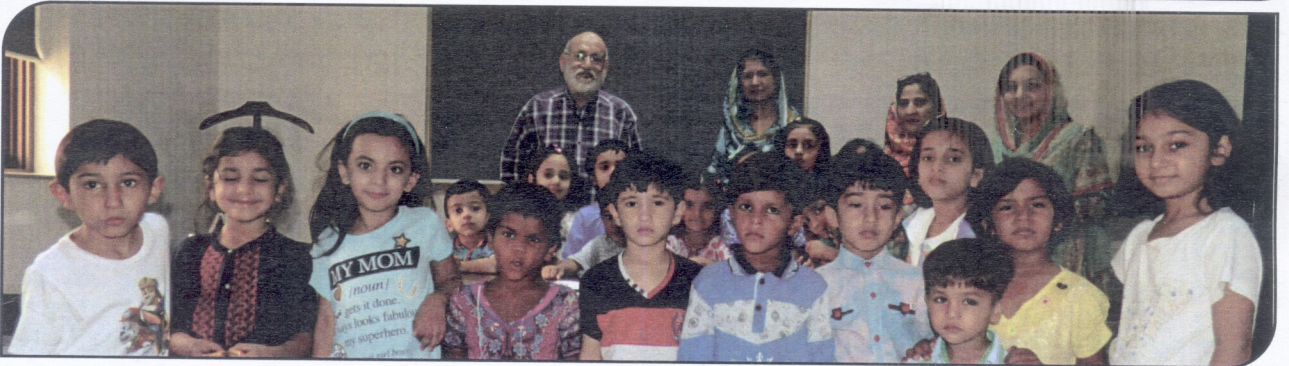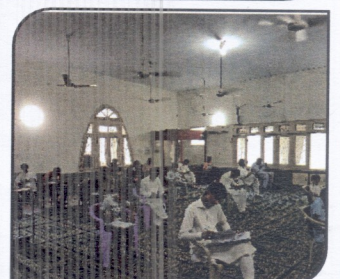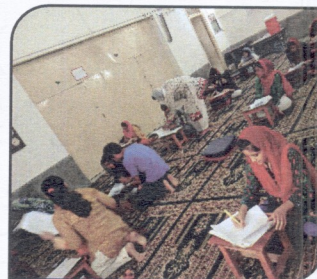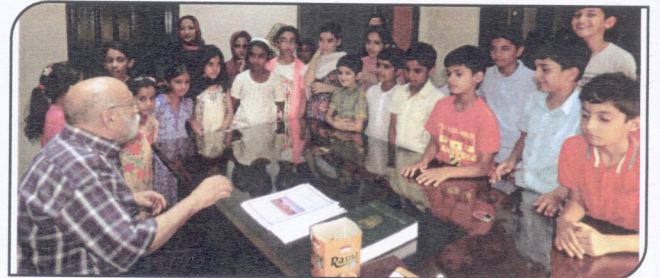
سالانہ تربیتی کورس (مناظر ورکشاپ)

حضرت امیر جامع برلن کے فیز 1 کا افتتاح کرتے ہوئے

حضرت امیر جامع برلن کی تزئین نو کے بعد دعا کرواتے ہوئے

مسجد کے افتتاح پر پڑوسی کی طرف سے 1965ء میں بنائی گئی پینٹنگ کا تحفہ

حضرت امیر عرب کمیونٹی کی طرف سے اسماء الحسنٰی کا تحفہ قبول کرتے ہوئے

ڈنمارک چرچ کی طرف سے امن اور دوستی کے لیے دیا گیا پودا
حضرت امیر اور ڈنمارک کا گروپ پودا لگاتے ہوئے

جرمن سینیٹر کو جرمن ترجمہ بیان القرآن پیش کرتے ہوئے

امام برلن کا چرچ میں اذان دینے کا منظر

جرمن خاتون کا حضرت امیر کے ہاتھ پر قبول اسلام

جرمن سکول کے بچے برلن مسجد کا دورہ کرتے ہوئے

جامع برلن اور امام ہاؤس تزئین نو کے بعد

برلن مسجد کی آرکائیو معاہدے کی ٹیم

جرمن نیشنل آرکائیو کے ساتھ حضرت امیر کی موجودگی میں دستخط

برلن کی آرکائیو میں چند نایاب تصاویر

برلن آرکائیو کی انتظامیہ عمارت کا دورہ کرواتے ہوئے

Long Night اور Monument Day کے چند مناظر
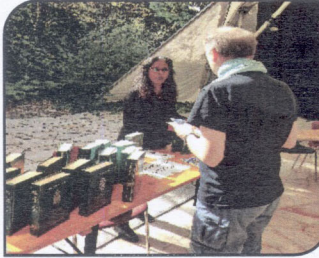
تنظیم DSD کی طرف سے عطیہ کا چیک پیش کرتے ہوئے

حضرت امیر اور امام برلن روسی صحافی کو انٹرویو دیتے ہوئے

برلن بک فیئر

سالانہ تربیتی کورس 2018ء تقسیم انعامات

دورہ ہالینڈ کے چند مناظر
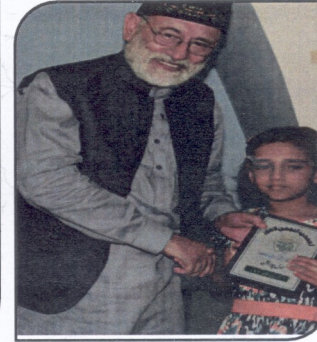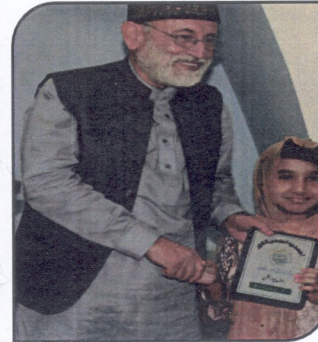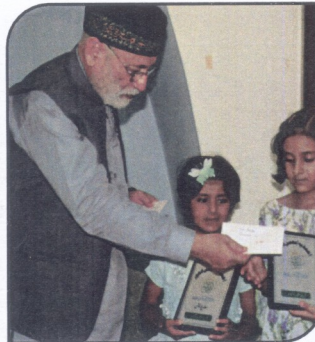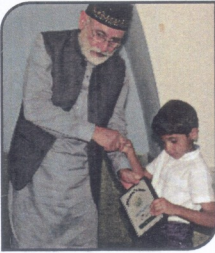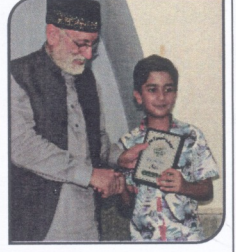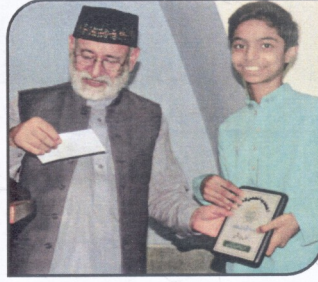
ہالینڈ کنونشن کا منظر

امام برلن یورپین امن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے

امام برلن کی افریقی ممالک سفراء کی کانفرنس میں شرکت

امام برلن کی فرینکفرٹ جرمنی میں امن کانفرنس میں شرکت

امام برلن افریقی ممالک کے سفارتکاروں کے ساتھ
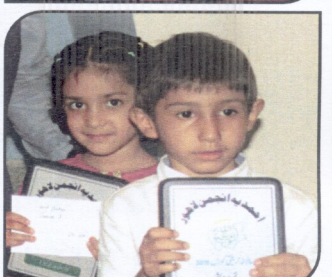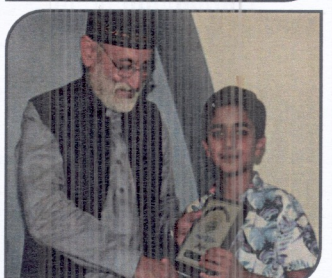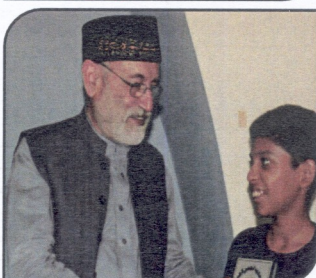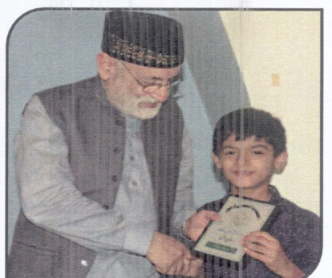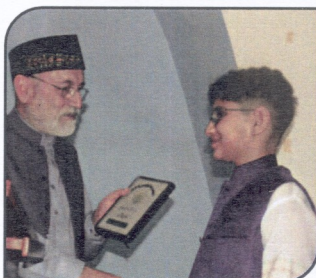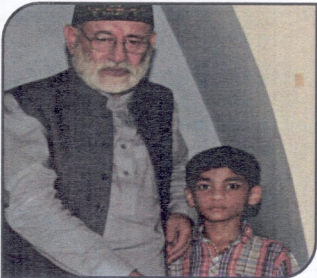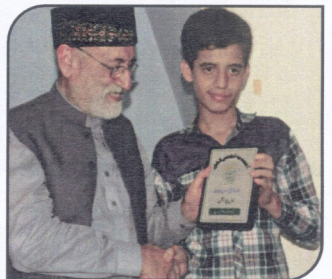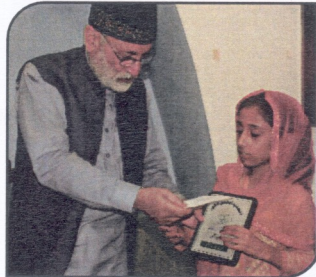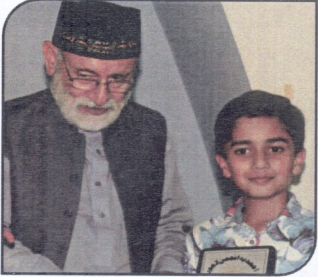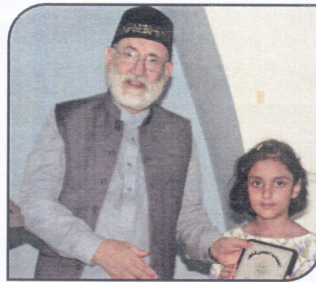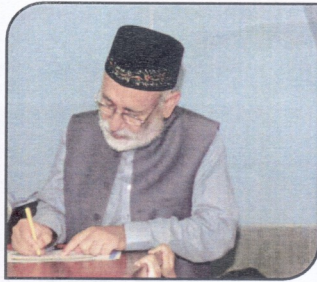
کرنے اور ان تمام مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کی وجہ سے احادیث میں اس کو مسیح کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور مسلمانوں کی اعتقادی اور عملی اصلاح کا کام سرانجام دینے کی وجہ سے اس کو مہدی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ الہام الٰہی نے آپ پر یہ انکشاف بھی کیا کہ آپ ہی مسیح ہیں اور آپ ہی مہدی ہیں اور ابھی بیان کئے گئے دونوں کام کسر صلیب وغیرہ آپ ہی کے سپرد کئے گئے ہیں۔ اس بات کا انکشاف بھی آپ پر بذریعہ الہام الٰہی کیا گیا کہ مسلمانوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف مسیح اور مہدی کا لقب پانے والا ظاہری تلوار سے کام لے گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ دلائل سے اور اپنے نشانوں کی تلوار چلائے گا جو دلوں کو فتح کرتی چلی جائے گی۔ اس کی کاٹ کفر وشرک کے خیالات پر پڑے گی جن کو پاش پاش کرنے کے بعد ان کے دلوں سے کفر وشرک نکال کر باہر پھینک دے گی اور کفر وشرک کی جگہ دلوں کو ایمان اور توحید کے نور سے منور کرے گی۔ جس کے نتیجہ میں وہ اسلام کو باخوشی قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور وہ مادی احوال سے نہیں بلکہ حکمت کے موتیوں سے سچے مسلمانوں کی جھولیاں بھر دے گا۔

ان حقائق کا اعلان ہونا تھا کہ مسلمانوں میں جو اپنے پرانے خیالات پر جمے رہنے کی وجہ سے ان کو چھوڑنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔ اس پر مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ علماء متفق ہو کر حضرت مرزا صاحب کو گرانے کے درپے ہو گئے۔ عام مسلمانوں کو آپ سے دور رکھنے کے لئے کفر کا فتویٰ تیار کیا گیا جس پر ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء نے دستخط کئے اور اس پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس فتویٰ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے مکہ اور مدینہ کے علماء سے بھی حضرت مسیح موعودؑ ومہدی معہود کے متعلق نعوذ باللہ کفر کا فتویٰ منگوا کر اس کو عوام میں شائع کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی عوام کے دلوں میں آپ کے خلاف نفرت کی آگ کو مزید بھڑکانے کے لئے یہ جھوٹا پراپیگنڈہ بھی شروع کر دیا گیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نعوذ باللہ حقیقی معنوں میں نبی اور رسول کے مدعی ہیں۔ اس تہمت کو حضرت اقدس نے اپنے اوپر ایک افتراء قرار دیا اور حقیقت الوحی میں لکھا کہ ایک اور نادانی یہ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مدعی نبوت ہے''۔ آپ نے قسمیں کھا کھا کر اس جھوٹے اور بے بنیاد الزام کی تردید کی یہاں تک کہ ایسا دعویٰ نبوت کرنے والے پر لعنتیں بھیجیں۔ خدا ترس اور حقیقی علماء کے شایان شان تو یہی تھا کہ حسن ظن سے کام لیتے ہوئے ان قسموں پر اعتبار کرتے اور اپنے اس تہمت اور (غلط) الزام کو واپس لیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصد تو دلوں میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف محض نفرت پیدا کرنا تھا اور یہ مقصد اس جھوٹے پراپیگنڈہ کے نتیجہ میں ہی بخوبی حاصل ہوسکتا تھا۔ اس لئے اس الزام کو یہ علماء کس طرح واپس لیتے۔ اس قسم کے فتوؤں اور اس قسم کے جھوٹے پراپیگنڈہ کا عوام پر منفی اثر پڑنا لازمی تھا۔ کیونکہ عوام علماء کو ہی دین کا پاسبان یقین کرتے تھے اور ان کے قول کو شریعت کی صحیح ترجمانی کرنے والا تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے لازماً عوام نے حضرت اقدس سے متنفر ہونا تھا اور وہ عملاً ہو گئے اور خدا کی وہ بات جو آٹھ سال پہلے کہی گئی تھی کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا بڑی صفائی سے پوری ہوگئی۔

اگر علماء اور عوام قبول نہ کرنے پر ہی اکتفاء کرتے تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اس سے بڑھ کر انہوں نے یہ قدم اٹھایا کہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو اور احمدی احباب کو جن کی تعداد اس وقت انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ سخت سے سخت اذیتیں دینی شروع کر دیں اور یہ سنت الٰہی ہے کہ اس کے ماموروں کو اذیت پہنچانے والے ہمیشہ قہر الٰہی کا نشانہ بنتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کچھ عرصہ کے لئے مخالفین کو ڈھیل دیتا ہے تا ان پر حجت پوری ہو جائے اور جب حجت پوری ہو جاتی ہے تو اپنے مامور کو جو نذیر بھی ہوتا ہے حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو آگاہ کر دے کہ اگر وہ ایسی نازیبا حرکات سے باز نہیں آئیں گے تو عذاب الٰہی ان پر نازل ہونے والا ہے چنانچہ مجدد صد چہاردہم نے خدا تعالیٰ سے حکم پا کر

بطور تنبیہہ یہ علان کر دیا اور جب لوگ اپنی غیر اسلامی حرکتوں سے باز نہ آئے تو الہام کہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا'' کے اس اعلان کو پورا ہونے کا وقت بھی آ گیا اور اس کو ثابت کرنے کے لئے کہ مسیح وقت فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی مقرر کردہ نذیر تھے اور ان کا دعویٰ مسیحیت اور مہدویت فی الحقیقت خدا کے حکم سے ہی کیا گیا تھا اس لئے آپ سے وہ زبردست پیشگوئیاں کروائیں گئیں جن پیشگوئیوں نے پورا ہو کر باوجود علماء کی شدید مخالفت کے اور ان کے کفر وغیرہ کے فتوؤں کے لوگوں پر حضرت مسیح موعود کی سچائی واضح کرنی شروع کر دی اور ان کے دلوں کو آپ کی طرف مائل کرنے میں بڑی مدد دی۔ اور یہ وہ ثابت شدہ حقیقت ہے جس کو دنیا تب اور آج اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی ہے۔ پس الہام الٰہی میں دونوں وعدے یعنی لوگوں کو حضور سے پہلے متنفر ہونا اور آپ کے دعویٰ کو قبول کرنے سے پہلے انکار کر دینا اور پھر خدا کے زور آور حملوں سے مجبور ہو کر آپ کے دعاوی کو درست تسلیم کر لینا بتلا رہے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا یہ الہام فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہی تھا کیونکہ اس الہام الٰہی میں ایسے امور بیان کئے گئے ہیں جن کو فروغ میں لانا انسانی طاقت سے بالکل باہر تھا۔ خدا جو تمام طاقتوں کا مالک ہے اور جس کو ہر قلب انسانی پر کامل تصرف حاصل ہے وہی ان امور کو وقوع میں لاسکتا ہے۔ یہ اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ آج ہم سب ان وعدوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ الحمد اللہ۔ آپ دیکھ لیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو زندہ تسلیم کرنے والوں نے کیسے حضرت صاحب کے اس بیان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کے علماء اس مسئلے پر گفتگو کرنے سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔

بڑے بڑے علماء نے تو علی الاعلان مسیح ناصری کے فوت ہونے پر صاف صاف لفظوں میں اقرار بھی کر لیا ہے۔ ہندوستان کے علماء کے علاوہ مصر کے علماء بھی حضرت مسیح کی موت کے قائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ اور شیخ رشید رضا جیسے جید علماء نے صاف لفظوں میں ان کی موت کا اعلان کیا ہے اور الازہر یونیورسٹی کے ہیڈ مرحوم مولانا شلتوت صاحب نے باقاعدہ فتویٰ شائع کیا ہے اور قرآنی آیات سے مسیح ناصری کی موت ثابت کر دی ہے بلکہ ثبوت میں وہی قرآنی آیات پیش کیں جو حضرت مرزا صاحب نے بہت پہلے پیش کیں تھیں اسی طرح اب ساری اسلامی دنیا نے اس امر کو بھی تسلیم کر لیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے کبھی نہیں پھیلا۔ اسلام میں کسی کو داخل کرنے کے لئے جبر قطعاً جائز قرار نہیں دیتا بلکہ اسلام امن و صلح اور آشتی کا مذہب ہے اور یہی وہ نظریہ تھا جو سیدنا حضرت مرزا صاحب نے ہی شروع میں پیش کیا جس پر چیں بہ چیں ہو کر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اسی طرح اب حضرت مرزا صاحب کے اس نظریہ کو بھی قبولیت کا شرف حاصل ہوتا جاتا ہے کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ کا جھگڑا فضول اور بے معنی ہے۔ قرآن کریم کی ہر آیت آج بھی واجب العمل ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس کی پیش کردہ اس حقیقت کو بھی مان لیا گیا کہ قرآن حقائق اور معارف کے نہ ختم ہونے والے ذخیرہ پر مشتمل ہے جو ہر زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح دجال اور یاجوج ماجوج کی جو حقیقت حضرت اقدس نے بیان کی ہے اسی کو اب صحیح قرار دیا جا رہا ہے ۔مگر شروع میں اس کا بھی انکار کیا گیا تھا۔ وفات مسیح کے بارے میں ہسپانوی صحافی فیبر قیصر نے اپنی کتاب Jesus Died in Kashmir میں صاف صاف ایک ریسرچ کے بعد اس کا اقرار کیا ہے اور پادریوں کے ایک گروپ نے بھی "The Myth of God Incarnate" کو شائع کر کے عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کو غلط اور من گھڑت بتایا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ کس طرح اللہ کی بات اور مسیح موعود کا خدائی علم سچا ثابت ہوا۔ نہ صرف مسلمانوں کے علماء نے وفات مسیح کا فتویٰ دیا بلکہ عیسائیوں اور ہسپانوی صحافی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو قبول کیا اور پوری دنیا میں اس حقیقت کا ڈنکا بجایا کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ اور 120 برس کی عمر پانے پر خانیار سرینگر میں دفن ہیں۔

غرض وہ تمام نظریئے جو مسیح موعود نے پیش کئے گو شروع میں ان نظریات کی مخالفت کی گئی مگر آج ان سب نظریات کو درست تسلیم کر لیا گیا اور ماموران

الٰہی کی یہی فتح مبین ہوتی ہے کہ ان کے لائے ہوئے نظریات کے سامنے مخالفین کو آخر کار گردنیں جھکانی پڑتی ہیں۔جیسا کہ آدم کے سامنے فرشتوں کو جھکانی پڑی تھیں اور امام زماں کے لائے ہوئے علم کی صحت اور برتری کو آخر میں گو قولاً نہیں تو عملاً تو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے جیسا کہ بالآخر فرشتوں کو آدم کے علم کی برتری کو تسلیم ہی کرنا پڑا تھا گو وہ بھی شروع میں معترض تھے۔اگر علماء اس حقیقت پر غور کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی مخالفت کرنا خدا کی ناراضگی کو مول لینا ہے۔جیسا کہ حدیث اس پر صریح دال ہے۔

اس لئے ہمارا یہ نہایت ہی مخلصانہ مشورہ ہے اور دردمندانہ بھی کہ علماء کو چاہیے کہ اب مخالفت کو ترک کریں اور مجدد صد چہاردہم کے دامن سے وابستہ ہو جائیں کیونکہ مسیح موعود کی صداقت کو خدا تعالیٰ نے اظہر من الشّمس کر دیا ہے اب کوئی خیالی مسیح نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی خونی مہدی ظہور کرے گا جس نے آنا تھا وہ اپنے وقت پر آ چکا اور اپنا مفوضہ کام ختم کر کے اپنے مولیٰ سے بھی جاملا۔اب کسی اور کا انتظار عبث ہے بلکہ اسلام کی خدمت مسیح موعودؑ کے دامن کے ساتھ ہی وابستہ ہو کر سرانجام دی جاسکتی ہے اور انہی کا پیدا کردہ علم الکلام اس مقصد عظیم کو حاصل کرنے میں ممد اور کارگر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ اس کامیابی سے ظاہر ہے جو احمدی مبلغین کو تبلیغی میدان میں پوری دنیا میں حاصل ہوئی اور ہو رہی ہے کیونکہ دلوں کو مسخر کرنے میں اس کے اندر جادو کی تاثیر ہے۔جس کی اندازہ ان انگریز نومسلمین کے تاثرات سے ہوتا ہے جو ہمارے مسلم احمدیہ مشن ہاؤس ووکنگ سرے لندن سے بہت پہلے چھپی ہوئی کتاب Islam our Choice یا میرا قبول اسلام کے پڑھنے سے واضح اندازہ ہو جاتا ہے جو مسیح محمدی کی دین ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام سعید روحوں کو اس پر غور کرنے اور اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

☆☆☆☆

حضرت امیر مرحوم مولٰینا صدرالدین

رحمتہ اللہ علیہ کے تاکیدی ارشادات

’’حضرت امام الزمان نے قوم کو زندہ رکھنے کے لئے جلسہ سالانہ کا اہتمام کیا وہ شخص جو حضرت کو امام مانتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ حضور کی آواز پر لبیک کہے آپ نے لکھا کہ اس اجتماع میں شریک ہونے کے بڑے فوائد ہیں۔تمہارا رابطہ اور اتحاد بڑھے گا۔المومن مرۃ المومن ۔مومن دوسرے مومن کے لئے شیشے کا کام دیتا ہے کبھی اس کو دوسرے کے آئینہ میں اپنے نقص نظر آئیں تو ان کو دور کرتا ہے اور جو کوئی خوبیاں نظر آئیں ان پر پختہ ہو جاتا ہے اس طرح اپنی اصلاح کرتا اور ترقی کرتا ہے۔

حضرت امام الزمان نے بڑا زور دیا ہے کہ احباب جلسہ سالانہ پر جمع ہوں اس سے برکت پیدا ہوتی ہے ۔ وہ لوگ جو حضرت کو امام برحق مانتے ہیں وہ مرد اور عورتیں آئندہ جلسہ سالانہ پر سب یہاں جمع ہوں اور بچوں کو ساتھ لائیں ۔ تا کہ ان میں بھی وہ صفات حسنہ پیدا ہوں جو حضرت مجدد الزماں نے اس جماعت میں پیدا کی ہیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 25 نومبر 1966ء)

☆☆☆☆

حضرت بابا گرونانک صاحب

جسارت نذر رب

28 نومبر 2018ء پاکستان میں کرتار پور راہداری کھلنے پر مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی وہ تحریر دوبارہ پڑھنے کی طرف توجہ گئی جس میں حضرت مرزا صاحب نے خود بابا گرونانک صاحب کی زندگی اوران کے مشن کا ذکر کیا ہے۔آپ کی یہ تحریر ایک کتب کی صورت میں ہے جس کا نام ''ست بچن'' ہے جو دوسو صفحات پر مشتمل ہے مگر میں بہت اختصار کے ساتھ باوا نانک صاحب کی زندگی کے حالات کا ذکر کروں گی۔

حضرت بابا نانک صاحب ہندوؤں کے ایک شریف خاندان سے تھے۔ آپ سن 900 ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ اُن مقبول بندوں میں سے تھے جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے نور کی طرف کھینچا اور ایک سچی تبدیلی ان میں پیدا کردی۔گو آپ ہندو خاندان سے تھے مگر آپ نے جوگی یا سنیاسی کہلانے سے نفرت کی۔آپ نے اپنے کمال زہد کے باوجود شادی بھی کی کیونکہ آپ کو رہبانیت سے نفرت تھی۔ اس کے علاوہ آپ ہندوؤں میں نیوگ کی رسم (جس میں اولاد کی خاطر ایک شادی شدہ عورت کسی اور مرد سے تعلق رکھ سکتی تھی) کو انتہائی کراہت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ایسے غیر اخلاقی ماحول سے بے زار ہوکر آپ ہندوؤں سے قطع تعلق کر چکے تھے۔آپ ایک سیدھے سادھے صاف دل انسان تھے۔اس لئے اپنی سچی معرفت کے زور سے ہندوؤں کے ویدوں سے دست بردار ہوگئے تھے۔آپ نے اپنی روشن خمیری اور گیان سے معلوم کرلیا کہ وید کچھ بھی چیز نہیں۔انہوں نے ویدوں سے دستبرداری کا اظہار کیا اور اسلامی عقائد کو اختیار کیا۔آپ الٰہی دین کے ایک پوشیدہ خادم تھے۔اُن کے دل میں ایک سچا نور تھا جس کو انہوں نے نااہلوں سے چھپا رکھا تھا۔اُن کے دل میں ایک گہرا یقین ہوگیا تھا کہ قرآنی تعلیم ایسے احکام پر مشتمل ہے جن کا ماننا انسان کو نیک اور موحد بناتا ہے۔وہ حق گوئی کی راہ میں ایسے دلیر تھے کہ سچ کہنے کے وقت کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

اوّل اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے
اک نور سے سب جگ الجھا کون بھلے کون مندے

یعنی خدا نے ایک نور پیدا کر کے اس نور سے تمام کائنات کو پیدا کیا۔پس پیدائش کی رُو سے تمام ارواح نوری ہیں۔یعنی نیک و بد کا اعمال سے فرق پڑتا ہے۔آپ نے اپنے اشعار میں یہ اقرار کیا کہ کلمہ طیبہ ہی مدارِ نجات ہے۔اسلام کے مشائخ سے بیعت کی اولیاء کے مقابر پر چلہ نشینی اختیار کی، دو حج کئے اور اپنے چولہ کو آئندہ نسلوں کے لئے بطور وصیت نامہ چھوڑ گئے۔

چولہ صاحب باوا نانک کے مسلمان ہونے کی ایک عظیم الشان شہادت ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کو چولہ صاحب کے متعلق یہ علم ہوا کہ سکھ کتب میں لکھا ہے کہ چولہ آسمان سے اُترا تھا۔اور قدرت کے ہاتھ سے لکھا گیا۔اور یہ کہ اس پر قرآن لکھا ہوا ہے اور باوا صاحب کی ایک مقدس یادگار کے طور ڈیرہ بابا نانک میں محفوظ ہے۔ تو آپ نے مفصل تحقیقات کے لئے ایک وفد ڈیرہ بابا نانک بھیجا۔اُن کی رپورٹ سننے پر کہ اس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے اور ایسا ہی کئی اور آیات بھی آپ نے مناسب سمجھا کہ اس تاریخی شہادت کو جو یقینی طور پر باوا صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کرتی ہے بچشمِ خود ملاحظہ فرمائیں۔چنانچہ آپ نے استخارہ کے بعد 30 ستمبر 1895ء بروز پیر دس اصحاب کو اپنے ساتھ لے کر یکوں پر ڈیرہ نانک تشریف لے گئے۔اور چولہ ملاحظہ فرمایا۔دیکھا کہ واقعی اس پر قرآن کی بعض سورتیں اور آیات اور کلمہ شہادت وغیرہ لکھی ہیں۔جو اصحاب حضرت صاحب کے ساتھ چولہ دیکھنے کے لئے گئے اُن میں مکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی۔مکرم مولوی محمد احسن صاحب امروہی۔منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی۔مکرم شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم۔سید محمد اسماعیل دہلوی۔مکرم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی۔مکرم مرزا ایوب بیگ صاحب کلانوری۔مکرم میر ناصر

نواب صاحب دہلوی۔مکرم شیخ حامد علی صاحب۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد دیگر مذاہب پر دین اسلام کی صداقت ثابت کرنا اول سے مقدر تھا۔سکھ مذہب اسلام کے کئی سو سال بعد جاری ہوا تھا۔آپ کا یہ کام بھی تھا کہ اس نئے مذہب کا بطلان بھی ثابت کرتے۔سواللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ یہ حقیقت ظاہر کردی جو صدہا سال سے مستور تھی کہ ان کے بانی گرو یعنی حضرت بابا نانک صاحب گو پیدائشی ہندو تھے لیکن بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور ان کی مقدس یادگار چولہ صاحب جو وہ بطور وصیت نامہ چھوڑ گئے۔اُن کے مسلمان ہونے کی ایک یقینی اور قطعی شہادت ہے۔حضرت صاحب فرماتے ہیں:

''مقدر یہی تھا کہ وہ ہمارے زمانہ تک محفوظ رہے تا ہم باوا صاحب کو بے جا الزاموں سے پاک کرکے اُن کا اصل مذہب ظاہر کریں۔اور چولہ پر جو لکھا ہے اس کا دیکھنا ہم سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوا۔اور اس وقت تک چولہ باقی رہنے میں یہی حکمت تھی کہ وہ ہمارے وجود کا منتظر تھا۔پس اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے بابا نانک کا مسلمان ہونا ظاہر کردیا۔اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب کبھی سکھ قوم سنجیدگی سے اپنے گرو کا اصل مذہب معلوم کرنے کے لئے تحقیق کرے گی تو اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ درحقیقت اسلام کے شیدائی تھے اور یہ کتاب ''ست بچن'' اُن کے لئے حقیقی راہنما کا کام دے گی۔جیسا کہ پہلے بھی اس کتاب کو پڑھ کر بہت سے سکھ مسلمان ہو چکے ہیں۔

اب سکھ جو چاہیں کریں لیکن چولہ صاحب کی یہ کرامت ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ تک محفوظ رہا اور چونکہ اس پر قرآنی سورتیں اور آیات لکھی ہوئی ہیں اس لئے آج تک ان میں کوئی تبدیلی بھی نہ کر سکا۔اور اب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں میں اس کا عکس شائع کرکے رہتی دنیا تک کے لئے اسے محفوظ کردیا۔آپ فرماتے ہیں:

اُٹھو جلد تر لاؤ فوٹو گراف
ذرا کھینچو تصویر چولے کی صاف
کہ دنیا کو ہرگز نہیں ہے بقا
فنا سب کا انجام ہے بجز خدا
کرلو عکس جلدی اب ہے ہراس
مگر اس کی تصویر رہ جائے پاس
یہ نورِ خدا ہے خدا سے ملا
ارے جلد آنکھوں سے اپنی لگا

پس چولے پر جو کچھ لکھا تھا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں درج ہو کر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور حضرت باوا نانک کے اسلام کی اس یقینی شہادت سے آپؑ کا ایک خواب پورا ہوا جس میں آپ نے باوا نانک کو مسلمان دیکھا تھا۔چنانچہ آپ اپنی کتاب نزول المسیح کے صفحہ نمبر203-204 پر فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے بابا نانک صاحب کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اپنے تئیں مسلمان ظاہر کیا ہے اور میں نے دیکھا کہ ایک ہندو اُن کے چشمہ سے پانی پی رہا ہے۔اور میں نے اس ہندو کو کہا کہ یہ چشمہ گدلا ہے۔ہمارے چشمہ سے پانی پیو۔تیس برس کا عرصہ ہوا کہ جبکہ میں نے خواب اُسی وقت سب ہندوؤں کو سنایا۔اور مجھے یقین تھا کہ اس کی تصدیق پیدا ہو جائے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد وہ پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی اور تیس برس کے بعد وہ چولہ ہمیں دستیاب ہو گیا کہ جو ایک صریح دلیل باوا نانک صاحب کے مسلمان ہونے پر ہے۔''

پھر آپ فرماتے ہیں:''اور میری خواب میں جو بابا نانک صاحب نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے اس سے یہی مراد تھی کہ ایک زمانہ میں اُن کا مسلمان ہونا پبلک پر ظاہر ہو جائے گا۔چنانچہ اسی امر کے لئے کتاب ''ست بچن'' تصنیف کی گئی تھی اور یہ جو میں نے ہندو کو کہا کہ یہ چشمہ گدلا ہے ہمارے چشمہ سے پانی پیو۔اس سے مراد تھی کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اہل ہند اور سکھوں پر اسلام کی حقانیت صاف طور پر کھل جائے گی۔اور باوا صاحب کا چشمہ جس کو حال کے سکھوں نے اپنی کم فہمی سے گدلا بنا رکھا ہے وہ میرے ذریعہ صاف کیا جائے گا اور جس تعلق کو باوا صاحب نے ہندو قوم سے بڑی مردانگی اور دلیری کے ساتھ توڑ دیا تھا وہ توڑنا دوبارہ ثابت کردیا جائے گا۔''(نزول المسیح ص205)۔(جاری ہے)

☆☆☆☆

ادارہ

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

بزبان حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؒ

جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق بعض غیر احمدی اور جماعت احمدیہ قادیان (ربوہ) یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور نے جماعت احمدیہ قادیان (ربوہ) سے علیحدگی ''خلافت کے اختیارات'' کی وجہ سے کی لیکن بعد میں ان عقائد کو چھوڑ دیا جو کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے عقائد تھے۔ان احباب کی خدمت میں مختصراً عرض ہے کہ **1914ء میں مولانا محمد علیؒ اور ان کے بہت سے رفقاء نے علیحدگی عقائد کی بنیاد پر کی نہ کہ خلافت کے مسئلہ پر۔** یہ دھوکہ جماعت احمدیہ قادیان (ربوہ) کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ مولانا محمد علیؒ اور ان کے ساتھیوں نے خلافت مولانا کو نہ ملنے کی وجہ سے جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور جماعت کے علماء اور جماعت کے خزانہ کو لاہور منتقل کیا۔ان کی اس بات میں صرف اسی قدر صداقت ہے کہ جماعت کے بڑے بڑے علماء جنہوں نے حضرت مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ اور حضرت مولانا نورالدینؒ کی شاگردی میں سالوں علم کی پیاس بجھائی تھی۔انہوں نے گدی نشینی کے شرک کو اختیار نہ کرتے ہوئے صرف اور صرف حقیقی عقائد اسلام جو کہ حضرت مسیح موعودؒ کے عقائد تھے ان عقائد کی خاطر علیحدگی اختیار کی۔ ہم ان عقائد کو حضرت مسیح موعودؒ کی کتب اور تحریرات سے قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور قارئین خود منصف مزاجی سے یہ فیصلہ کر دیں کہ دونوں جماعتوں میں سے کس کے عقائد ان عقائد کے مطابق ہیں۔اس لئے بغیر کسی تشریح و توضیح کے حضرت صاحب کی تحریرات کو من وعن لکھا جا رہا ہے۔

(۱)''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب کلمہ توحید ہے''

(ازالہ اوہام ص ۱۳۷)

(۲)''ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۱۳۷)

(۳)''میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن وحدیث کے رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیّدنا و مولینا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔''(اعلان مورخہ ۲۔اکتوبر ۱۸۹۱)

(۴)''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پُرانا اور قرآن کریم کا ایک شُعشہ یا ایک نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدّث آئیں گے جو اللہ جل شانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوّت تامہ کی بعض

صفات ظلّی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔'' (نشان آسمانی ص ۲۸)

(۵)''ہم بھی مدعی نبوّت پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۲۴)

(۶)''میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے اُنہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔'' (ترجمہ حمامۃ البشریٰ ص ۷۹)

(۷)''آنیوالے مسیح موعود کا نام جو زبان مقدس نبویؐ سے نبی نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رُو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلّم ہے۔ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔'' (انجام آتھم)

(۸)''ہیچ دینے ندارم بجز دین اسلام وہیچ کتابے ندارم بجز قرآن شریف وہیچ پیغمبرے ندارم بجز حضرت محمدﷺ کہ خاتم الانبیاء ست۔'' (انجام آتھم ص ۱۴۳)

(۹)''اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدّث رکھے گئے ہیں۔'' (شہادت القرآن طبع ثانی ص ۲۷)

(۱۰)ابتدا سے میرا مذہب یہی ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا۔'' (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

(۱۱)''میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔'' (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

(۱۲) یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھیراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگادیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی ص ۱۲۰)

(۱۳) ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرتﷺ سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں۔ان کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتے۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۳۸)

(۱۴)اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں اور اسی پر مریں۔اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے اُن سب پر ایمان لاویں۔اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں اُن سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔'' (ایام الصلح ص ۸۷)

غلو سے بچنے کی تاکید بھی حضرت اقدس مرزا صاحب کی قلم سے ہی سن لو۔ فرماتے ہیں:

(۱)''جو شخص انکار میں حد سے گزر جاتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گزرتا ہے۔'' (حضرت اقدس کا ایک خط۔(منقول از الحکم جلد ۳ ص ۲۹)

(۲)''اسی طرح تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

''عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرماوے۔اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماوے۔

☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ

اجتماعی روحانیت بڑی مفید چیز ہے

ہمارا سالانہ دعائیہ ایک امر جامع ہے

جماعت میں برکت ہوا کرتی ہے۔ جماعت میں ایک کی کمزوری دوسرے کی قوت کے ساتھ مل کر کمزوری نہیں رہتی بلکہ قوت سے مبدل ہوجاتی ہے۔ طاقتوروں کی معیت کمزور کی بھی طاقت کا موجب ہوجاتی ہے جب تک کوئی نہایت درجہ قوی روحانیت کا انسان نہ ہو اس کی تنہائی روحانیت کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ اکیلے آدمی پر شیطانی وساوس اور غفلت و سستی کارگر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ طرح طرح کے وساوس کا شکار ہوکر اور غفلت و سستی کے اثر سے بیگانہ اور روحانیت سے عاری ہوجاتا ہے یا کم سے کم اس میں وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہتا جو ایک دینی مجاہد کے قلب میں ہونا چاہیے۔

اسی لئے دین حقہ نے جماعت پر بڑا زور دیا ہے اگرچہ نماز بندہ کا اپنے رب کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے لیکن پانچ وقت میں نماز کا ایک حصہ باجماعت کردیا تاکہ رب کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بھی جماعت کی اجتماعی روحانیت سے ایک کمزور روحانیت کا انسان فائدہ اٹھا سکے اور ''ہمیں سیدھے رستے پر چلا'' کی دعا مانگتے وقت برگزیدگان الٰہی کی دعاؤں کے ساتھ ایک گناہ گار کی دعا بھی شرف قبولیت حاصل کرسکے اس کی مثال میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرتؐ کی طرح بہت فیاض اور سخی تھیں آپؓ کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ وظیفہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں آپؓ کو بھیجتے اور بعض دفعہ بڑی بڑی رقمیں بھی بھیجتے، مگر آپؓ سب خدا کی راہ میں دے دیتیں اور خود فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتیں آپؓ کے ایک بھتیجے تھے انہوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ آپؓ سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیتی ہیں ہمارے لئے پیچھے ترکہ کیا چھوڑیں گی۔ اس پر حضرت عائشہؓ کو بہت رنج ہوا اور اپنے بھتیجے کی اس حب دنیا سے اس قدر بیزار ہوئیں کہ اسے کہہ دیا کہ آئندہ میرے گھر میں نہ گھسنا۔ وہ بھتیجے صاحب بعد میں بہت پچھتائے اور معافی وغیرہ طلب کرنی چاہی لیکن چونکہ اس کا مکان میں داخلہ بھی بند تھا اس لئے کامیابی نہ ہوئی۔ جب اس نے آنا چاہا تو حضرت عائشہؓ نے منع کردیا کہ میرے گھر میں نہ گھسو اس نے بعض صحابہؓ سے عرض کی کہ انہوں نے ایک دن حضرت عائشہؓ کے دروازے پر جمع ہوکر درخواست کی کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت دی جائے ان میں حضرت عائشہؓ کا وہ بھتیجا بھی تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اندر داخل ہوتے ہی بھتیجے نے معافی مانگی اور صحابہؓ نے سفارش کی نتیجہ یہ ہوا کہ معافی مل گئی گویا جماعت کے ساتھ وہ رد کیا ہوا بھتیجا بھی بازیابی پا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور جو جماعت کھڑی ہوتی ہے اس میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی ان نیکوں کی دعا کے ساتھ بدوں کی دعا بھی قبول ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک اجتماع کی مشترکہ اور متفقہ دعا ہوتی ہے۔ اس کو شیخ سعدی صاحب نے اس طرح فرمایا ہے:

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

پس جماعت کے نیکوں کے ساتھ گنہگار بھی جناب الٰہی کے دربار میں شرف باریابی پا جاتے جس طرح خدا کی رحمت کی بارش برستی ہے تو باغ میں جہاں پھولوں اور پودوں پر برستی ہے وہاں روڑیوں پر بھی برستی ہے۔ اسی طرح جناب الٰہی کی مغفرت اور رحمت کی بارش جب ایک جماعت پر ہونے لگتی ہے تو نیکوں اور بدوں پر بھی ہوجاتی ہے پس جماعت کی نماز جماعت کی دعا جماعت کے ساتھ مل کر کوئی خدمت دین کرنے میں جو فضل ربی کی ہو اس جماعت پر چلتی ہے تو چھوٹے چھوٹے نیک اور بد سب پر کرم گستری ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

فتنہ دجال کا تدارک مسیح موعود کے دم سے ہے

بشارت اقبال، ایم۔اے (بھدرواہ جموں کشمیر)

خدائے بزرگ وبرتر کا کلام ہے:

’’تو کیا جو کافر وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مقابل میں میرے بندوں کو کارساز بنائیں۔ہم نے دوزخ کو کافروں کے لئے مہمانی (کے طور پر) تیار کیا ہے۔کہہ کیا ہم تمہیں عملوں میں بہت بڑھ کر گھاٹے میں رہنے والوں کی خبردیں۔وہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی۔اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام بنا رہے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔سو ان کے عمل ان کے کام نہ آئے۔اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کی سزا ہے (یعنی) دوزخ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری باتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی بنایا۔جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لئے فردوس کے باغ مہمانی ہیں۔انہی میں رہیں گے وہاں سے جگہ بدلنا نہیں چاہیں گے۔کہہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں گو ہم اسی جیسا (اور اس کی) مدد کو لائیں۔کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں (لیکن) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(سورۃ الکھف: آیت 110 تا 112)

سورۃ الکھف کے آخری رکوع کی آخری دس آیات جن کا اُردو ترجمہ آپ کے سامنے اوپر پیش کیا گیا ہے۔اس سورت میں دو تین باتوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔اول تو یہ سورت ایک قوم کی تاریخ بیان کرتی ہے۔ایسی قوم جس کی ابتدائی زندگی غاروں میں گزری۔وہ قوم غاروں میں چھپ چھپ کر خدا کا نام لیتی تھی اور عبادت و ریاضت کرتی تھی۔کھف کے معنی ’’غار‘‘ کے ہیں۔مفسرین کی رائے اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر عیسائی قوم کا ہے۔جس کی ابتداء غاروں میں چھپ چھپ کر گزری۔ان کو دشمنوں سے خوف طاری رہتا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے واقعہ صلیب کے بعد عیسائی قوم کی حالت اور بھی مخدوش ہوگئی۔کوئی بھی شخص اپنے آپ کو علی الاعلان عیسائی نہیں کہہ سکتا تھا۔تین سو سال تک اس قوم نے دُکھ اور درد کی زندگی غاروں میں بسر کی پھر قسطنطین بادشاہ عیسائی ہوا جس کے نام پر قسطنطنیہ کا شہر آباد ہوا۔اس بادشاہ کے عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد عیسائی مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

قسطنطین بادشاہ نے تبلیغ عیسائیت میں بڑے جوش وخروش سے کام کیا۔اس سے عیسائیوں میں اتنی ہمت اور طاقت پیدا ہوئی کہ وہ غاروں سے نکل کر علی الاعلان اپنے مذہب کا پرچار کرنے لگے۔اسی لئے اس سورت کی یہ صحیح تفسیر ہے کہ اس سورۃ الکھف میں عیسائی قوم کا ہی ذکر ہے۔دوسرا بڑا ذکر حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات کا ہے۔تیسرا ذکر ذوالقرنین کا ہے۔یہ تین ذکر اذکار ہمیں اس سورۃ الکھف میں یکے بعد دیگرے نظر آتے ہیں۔ذوالقرنین کے متعلق مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سکندر اعظم ہے جبکہ مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی تحقیق یہ تھی کہ ذوالقرنین سے مراد ایران کا بادشاہ

دارائے اول ہے۔ایک تو دارا وہ ہے جس نے سکندر اعظم سے لڑائی لڑی۔ دوسرا وہ جس نے ایک عظیم دیوار بنائی تا کہ اپنے ملک کی حفاظت کر سکے۔ بظاہر یہ دوتین باتیں غیر متعلق معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر غور وفکر کیا جاوے تو ان میں ایک گہرا ربط اور تعلق نظر آتا ہے۔

شروع میں میں نے جن آیات کا ترجمہ لکھا ہے ان میں بھی ایک قوم کا ذکر ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ کچھ امور ان آیات کے متعلق واضح کیے جائیں۔ایک حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ الکھف کی آخری دس آیات میں فتنہ دجال کا علاج ہے اور ہمارے امام حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ یہ عیسائی اقوام ہی دجال ہیں۔ عام مسلمانوں کو یہ تاویل ماننے میں دشواری لاحق ہوتی ہے۔ وہ الفاظ پرست ہیں۔وہ ایک ایسی شکل کے منتظر ہیں جس کی ایک آنکھ کانی ہوگی۔اور ماتھے پر ک۔ف۔ر یعنی کفر کے الفاظ لکھے ہوں گے۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ دجال سے مراد عیسائی اقوام ہیں جن کا اس زمانہ میں چاروں طرف غلبہ اور تسلط ہے۔چنانچہ پہلی اور اول آیات میں اس عیسائی قوم کا مفصل ذکر ہے اور آخری رکوع میں ان کے فتنہ کا علاج ہے یا دجال کے فتنے کے زہر کا تریاق تجویز کیا گیا ہے۔اس حدیث شریف کو تمام مسلمان مانتے ہیں کہ یہ آیات دجال کے حملہ سے بچانے کے لئے بہترین علاج ہیں۔

ایک واقعہ اور لطیفہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک سفر کے دوران امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر ریل گاڑی کا انتظار کر رہے تھے وہاں ایک غزنوی مولوی صاحب بھی موجود تھے۔وہ حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دیا کرتے تھے کسی نے حضرت مرزا صاحب کی توجہ ان غزنوی مولوی صاحب کی طرف مبذول کرائی۔

حضرت مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ یہ مسلمانی عالم ہیں طریق مسلمانی کے مطابق مولوی صاحب کو السلام علیکم کہا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔لیکن غزنوی مولوی صاحب نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔خاموش کھڑے رہے۔البتہ یہ مولوی صاحب لب ہلاتے رہے گویا کچھ پڑھ رہے تھے۔حضرت اقدس نے خیر و عافیت پوچھی مگر مولوی صاحب پھر بھی کچھ نہ بولے اور اب لب پر لب ہلاتے رہے۔حضرت مرزا صاحب سلام اور عافیت کے فرض سے فارغ ہوکر رخصت ہوئے تو کسی نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ مرزا صاحب نے آپ کو السلام علیکم کہا مگر آپ بولے نہیں اور خاموش کھڑے ہوکر لب ہلاتے رہے۔اس پر غزنوی مولوی صاحب نے کہا کہ وہ سورت الکھف کی آخری دس آیات تلاوت کر رہے تھے تا کہ دجال کے اثر سے محفوظ رہوں۔اس مولوی کی نظر میں نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ دجال تھے۔ اس لئے ابھی بیان ہوئی حدیث کے مطابق مولوی صاحب کا خیال تھا کہ یہ آیات دجال سے بچنے کا موثر علاج ہے۔گویا یہ آیات منتر جنتر ہیں۔جس طرح سے منتر پڑھ کر پھونک مارتے ہیں۔اسی طرح ان آیات کو سمجھا گیا ہے۔ یہ اس زمانہ کے علماء کی ذہنی کیفیت تھی۔جس پر حیف آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود اور ان کی جماعت بھی اس حدیث کے قائل ہیں لیکن حضرت صاحب کی جماعت اور دوسری جماعتوں میں یہ فرق ہے کہ دوسری جماعتیں محض لفظ پرست ہیں اور جماعت احمد یہ ہر چیز کی روح اور مغز کو اخذ کر کے اس کو اپناتی ہے اور اس پر عمل کرتی ہے۔سورۃ الکھف کی ان دس آیات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک فتنہ گر قوم کا ذکر ہے اور اس قوم کے فتنہ کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔اس قوم کی کچھ علامتیں ان آیات میں مذکور ہیں۔یعنی ’’کہو کیا ہم تم کو وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں؟ جن کی تمام بھاگ دوڑ اور تمام تر جدوجہد اور کوششیں صرف اور صرف دنیا کے لئے ہیں اور جن کا اُوڑھنا بچھونا دنیا ہی دنیا ہے جو دین سے بے بہرہ اور بے پرواہ ہیں۔کمال یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام بنا رہے ہیں اور ہم بڑے لائق فائق ہیں۔‘‘ ان کو اپنی کاریگری پر بڑا

ناز ہے۔ خدا تعالیٰ اس فتنہ گر قوم کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہماری نگاہ میں یہ لوگ گھاٹے میں ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کی بائیں آنکھ روشن ہوگی اور دائیں آنکھ اندھی ہوگی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی دنیوی (دنیا کی) آنکھ خوب روشن ہوگی وہ دنیاوی ترقیات میں بہت بڑھ جائیں گے اور دین اور روحانیت کی ان کی آنکھ اندھی ہوگی۔ جس سے ثابت ہے کہ ان آیات میں واقعی فتنہ دجال کا ذکر ہے۔

اس زمانہ کا سب سے بڑا روگ دجال کی لائی ہوئی تہذیب ہے۔ دجال کی عام تر مساعی کا منتہائے نظر یہ ہے کہ حصول دنیا میں یہ قوم کوشاں و غلطاں ہے۔ اس زمانہ میں اس قوم نے بڑی ترقی کی ہے بلکہ مختلف اقوام میں ایک دوسرے کے اوپر سبقت لے جانے کا زبردست مقابلہ اور مسابقت جاری ہے۔ یہ اقوام ممالک کی فتوحات اور فروغ تجارت میں اور مال و زر میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قدم اُٹھا رہی ہیں۔ بقول حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دجالی فتنہ کا قلع قمع کرنے والا مسیح موعود ہوگا۔ مسیح موعودؑ کے کلام پر غور فرمایئے۔

سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے (بیعت) کے جو الفاظ آپؑ نے تجویز فرماتے ہیں ان کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیں وہ تمام کے تمام اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور اسلام کا نچوڑ ہیں ان میں ایک جملہ پر زور دیا ہے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔" اور یہ جملہ بھی دین کی تعلیمات کے باہر نہیں ہے بلکہ اور زیادہ تحدی سے ایک احمدی مسلمان کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تلقین کرتا ہے اور فتنہ دجال کا یہی علاج ہے کیونکہ دجال نے "دنیا کو دین پر مقدم کر رکھا ہے۔"

حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان فرمایا کہ دجالیت کا علاج اور تریاق یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے باقی کوئی نئی بات حضور اقدسؑ نے نہیں فرمائی۔ آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے اور نہ ہی کوئی پیغمبر اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ اسلام کے چودھویں صدی کے مجدد اور محدث تھے۔ خادم دین اسلام تھے اور اس دجالی فتنہ کے لئے معالج اور مسیح موعودؑ تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے وقت کی رفتار کو پہچانا اور زمانہ کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اس وقت کے روگ کو ختم کرنے کے لئے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی وہ یہ تھی۔

کہ "دین کو دنیا پر مقدم کرو" جس پر خود آپ نے عمل کر دکھایا اور آپ کے متبعین نے اس پر عمل کیا اور ایسی ایسی قربانیاں کیں کہ ان کی نظیر نہیں ملتی جو سعادت اور نعمت حضور نبی کریم صلعم کے صحابہ کرامؓ کو ملی اور کسی کو نہیں مل سکتی لیکن ان کی منزلوں کے نشان اور نقش قدم موجود تھے جس پر لوگوں نے قدم مارا اور ان کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ ہماری جماعت کے احباب کے اس سلسلہ میں بے شمار نام لئے جاسکتے ہیں۔ جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ حضرت مولانا نور الدینؓ ہزاروں روپے کی ماہانہ آمدن پر لات ما کر اور سب کچھ تیاگ کر ایک درویش اور فقیر کی طرح دیار مسیح موعود میں آ بیٹھے۔ حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے سامنے بہترین دنیاوی مستقبل تھا۔ عروج اور دنیاوی ترقی کے دروازے کھلے تھے مگر وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت اقدسؑ کا معمولی اشارہ پا کر ان کے قدموں میں آ گرے۔ حضرت خواجہ کمال الدینؒ بڑے کامیاب اور نامی وکیل تھے جن کی اعلیٰ درجہ کی پریکٹس تھی۔ وہ بھی سب کچھ چھوڑ کر دین کے لئے وقف ہو گئے اور بھی بہت لوگ ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ ان کی قربانیاں بھی بے نظیر ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اپنی جماعت کے سب لوگوں کو درویش بنانے نہیں آئے تھے بلکہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ آپ سب کچھ کریں۔ ہماری جماعت کے لوگ دنیا کے کاروبار میں بے شک بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے مگر انجام کار دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔

ہماری جماعت کے وکیلوں اور دوسرے وکیلوں میں بڑا فرق تھا اور ہے۔ ایک عام وکیل کا مطمع نظر یہی ہوتا ہے کہ اپنے موکل سے کتنے پیسے وصول کیے جاسکتے ہیں اور بس۔ خواہ مقدمہ موکل کی حمایت میں ہو یا نہ ہو، کوئی

موکل پھنس جائے تو بس اس کی جیب خالی کروائی جاتی ہے۔

مگر ہمارے جماعت کے وکلاء نے ہمیشہ یہی سوچا اور سوچتے ہیں کہ مقدمہ کس نوعیت کا ہے۔موکل کے حق میں فیصلہ ممکن ہے یا نہیں؟ اگر مقدمہ کے کوائف حق میں ہوں تو اس کو مناسب مشورہ دیتے ہیں بصورت دیگر اپنے موکل کو کہہ دیتے ہیں کہ تمہارا مقدمہ کمزور ہے تم جیت نہیں سکتے لہذا تم اپنا وقت اور روپیہ اس کمزور مقدمہ پر خرچ نہ کرو اور فریق ثانی سے مصالحت کرو۔

اسی طرح ہمارے ڈاکٹروں اور دوسرے ڈاکٹروں میں ایک امتیازی فرق تھا اور ہے۔عام ڈاکٹر یہی سوچتا ہے کہ مریض سے کتنے پیسے لوں اور کتنے عرصہ تک اس سے علاج کے بہانے روپیہ وصول کیا جا سکتا ہے۔لیکن جماعت احمدیہ کے ڈاکٹروں کا یہ سوچنا ہے کہ وہ کس طرح مریض کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔اکثر بیمار ہمارے ڈاکٹروں کی طبی لیاقت کے علاوہ ان کی دعاؤں کے بھی قائل تھے اور بیمار ہمارے ڈاکٹروں سے کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے لئے دوا بھی تجویز کریں اور دعا بھی فرماویں۔حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم 1914ء میں انجمن کے سب سے پہلے آنریری جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے وہ میڈیکل کالج میں پروفیسر بھی تھے۔1917ء میں بطور سول سرجن ان کا تبادلہ لاہور سے جہلم ہو گیا۔ڈاکٹر یعقوب بیگ مرحوم نے اس خیال سے کہ ان کے تبادلہ سے مرکزی انجمن لاہور کو ضعف پہنچے گا۔تبادلہ منسوخ کروانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ملی تو استعفیٰ دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑے افضال و برکات نازل فرمائے۔ وہ انجمن کے سیکرٹری رہے۔

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کا وجود ہماری جماعت کے لئے بحیثیت آنریری جنرل سیکرٹری بڑی قوت اور طاقت کا موجب تھا۔وہ ایک ہمدرد بنی نوع اور بڑے رحیم وکریم انسان تھے۔اسی طرح ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم جن کے ہاں لاہور میں حضرت مرزا صاحب اپنی مرحومہ اہلیہ محترمہ کے ہمراہ اکثر ٹھہرتے تھے۔ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم، ڈاکٹر طفیل حسین شاہ صاحب تھے۔ان ڈاکٹر کی کیفیت یہ تھی کہ وہ مریضوں سے ان کے مرض کا حال پوچھتے ان کو تسلی دیتے۔دوا تجویز فرماتے۔اپنے بیماروں کے لئے دعائیں کرتے اور پوری تن دہی کے ساتھ اپنے Noble Profession کے ساتھ پورا پورا انصاف کر کے اللہ کی خوشنودی کے طالب بنتے۔ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم اگر دس منٹ مریض کے مرض کے بارے میں پوری تفصیل کے ساتھ مریض کی زبانی اس کے اس کے مرض کا حال جانتے اور بات کرتے تو پندرہ منٹ تبلیغ فرماتے، کتابیں پڑھنے کے لئے دیتے اور کہا کرتے کہ آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے؟ یہ کتاب لے جائیے اور پڑھیے۔ان ڈاکٹر حضرات کو جنون تھا دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا۔یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کے علاج اور دوا سے شفایاب ہوئے اور ان کے مریض ان کی دعاؤں سے بھی فیض یاب ہوتے۔

علامہ اقبال مرحوم اپنی زندگی کے آخری ایام میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالف ہو گئے تھے۔اپریل 1938ء میں انہوں نے انتقال فرمایا۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم 1939ء میں فوت ہوئے۔ علامہ اقبال پر بیماری کا ایک ایسا حملہ ہوا کہ وہ بول نہیں سکتے تھے۔گلے کی رگیں جیسے خشک ہو گئی ہوں۔ان کی آواز نہیں نکلتی تھی۔ان ہی دنوں مرحوم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کا معائنہ کیا۔علامہ اقبال کے ساتھ ان کے بڑے پرانے مہر و وفا اور محبت اور اُلفت کے تعلقات تھے۔جب ڈاکٹر صاحب علامہ کو اچھی طرح دیکھ چکے تو علامہ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ میرے لئے دعا بھی فرماویں۔ڈاکٹر صاحب سے مذاقاً جواب دیا کہ علامہ صاحب ہماری دعائیں اب کیا اثر کریں گی؟ ہم تو آپ کی نظروں میں مردود ٹھہرے۔علامہ اقبال نے کہا حاشہ وکلا ڈاکٹر مرزا صاحب میرا روئے سخن کسی اور طرف ہے۔آپ کی جماعت کا میں مخالف نہیں ہوں۔یہاں یہ

بات قابل ذکر ہوگی کہ علامہ قبال کے والد ماجد جماعت احمدیہ کے مخلص رکن تھے اور علامہ اقبال کے بڑے بھائی عطا محمد صاحب جو انجینئر تھے وہ بھی جماعت احمدیہ کے بہت ہی مخلص ممبر تھے۔

علامہ اقبال نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب احمد کو حضرت مولانا صدرالدین مرحوم کی ہیڈ ماسٹری میں جماعت احمدیہ قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ جو اپنا نام شیخ آفتاب اقبال لکھتے تھے جس پر بھی مخالفین احمدیت نے بڑا شور مچایا تھا۔ علامہ اقبال حضرت مولانا محمد علیؒ کی خدمات دینیہ کے محمد علی جناح کی طرح بڑے معترف تھے اور مولانا مرحوم سے بڑے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ آخری ایام میں علامہ اقبال نے جماعت احمدیہ کو بُرا بھلا کہا۔ اگرچہ مامور کی جماعت کو کسی علامہ یا سر سے مسلمان کا کوئی سٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن حقیقت یہی ہے کہ علامہ اقبال نے اسی سلسلہ احمدیہ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ ان کے افکار اور نظریات بھی احمدیہ تحریک سے متاثر تھے۔ اقبال مرحوم کے خیالات پر بھی احمدیت کی چھاپ ثبت ہے جنہوں نے اعتراف کیا کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں ملے گا۔ اسی وجہ سے اپنے بڑے بیٹے کو قادیان میں پڑھائی کرائی اور جب لوگوں نے شور مچایا کہ بیٹے کو قادیان کیوں بھیجا تو سر محمد اقبال نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اپنے دوست صدرالدین کے پاس بھیجا ہے جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ایک بہت ہی اونچی شخصیت اور زبردست معلم ہونے کے ناطے ہیڈ ماسٹر تھے جن کی قیادت اور سربراہی میں یہ تعلیم الاسلام ہائی سکول برصغیر میں بہت معروف اور شہرت یافتہ تھا۔ سر محمد اقبال کسی بھی دینی معاملہ میں حضرت مولانا نورالدینؒ سے فتوے مانگتے تھے یعنی لاہور میں بیٹھے ہوئے قادیان سے فتوے طلب کرتے تھے حالانکہ شہر میں بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ علامہ اقبال ہمارے سالانہ جلسہ لاہور اور ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے اجلاس میں اکثر و بیشتر آتے اور جلسہ کی صدارت کرتے۔ مرحوم مرزا مسعود بیگ صاحب تب ''ینگ مینز ایسوسی ایشن'' کے سیکرٹری ہوا کرتے تھے جن کا بیان ہے کہ وہ موچی دروازہ کے باہر میدان میں جلسے منعقد کرتے تھے اور علامہ اقبال صدارت فرمایا کرتے تھے۔

بحر حال میں آپ سے قرآن کریم کی سورت الکھف کی آخری دس آیات میں دجالی اقوام کے فتنہ کے تریاق کی بات کر رہا تھا۔ دجالی اقوام وہ ہیں جس کی تمام مساعی طلب دنیا کے لئے ہیں۔ ان میں مسابقت کی دوڑ جاری ہے۔ امریکہ، روس، فرانس، برطانیہ، چین اور جاپان ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہیں۔ جس کا تذکرہ ہم لوگ اپنے ملک کے TV چینلز کے علاوہ بیرونی ممالک کے TV چینلز پر دنیا کی ہر بڑی زبان میں دیکھتے ہیں۔ ان ممالک اور اقوام کو ہر چیز کی فکر ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا ایک بارود کے ڈھیر پر بیٹھی ہے۔ اگر ان اقوام کو کسی چیز کی فکر نہیں تو وہ روح کی عافیت کی فکر ہے۔ ان کو اطمینان قلب اور قرب الٰہی کے حصول کی تڑپ نہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں سے بیشتر لوگ وہ ہیں جو خدا کا انکار کرتے ہیں۔ روس نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم نے خدا کو اپنی سرزمین سے باہر نکال دیا ہے کیونکہ (نعوذ باللہ) خدا کے نام کی وجہ سے روس پر ساری مصیبتیں نازل ہوئیں۔ روس نے مذہب کو ایک افیون سے تعبیر کیا۔ یہ لوگ **ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا** کے مصداق ہیں۔ اس وقت دنیا میں یہی ایک طاقت ہے جو آگے آگے بڑھ رہی ہے جس سے سارے ملک بشمول امریکہ، چین اور کوریا وغیرہ کے لوگ ہراساں و پریشاں نظر آتے ہیں۔ اور یہی آج کی دنیا کا عالمی منظر نامہ ہے۔

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ ملحد اور دہریہ قومیں لقا اللہ پر ایمان لائیں گی۔ اس فتنہ دجالی کا تریاق یہی ہے کہ اسلام کو مضبوطی سے قائم کیا جائے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنایا جائے اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس خصوصی فرمودہ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ پر عمل کیا جاوئے۔ یہی ہماری جماعت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ ہم بے شک دنیا کے کاروبار میں حصہ لیں۔ ملازمت کریں۔ تجارت کریں۔ زراعت کریں، ایجادات میں ترقی کریں۔ سب کچھ کریں مگر ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا درس نہ بھولیں۔ ہماری جماعت کا کوئی بھی فرد کسی بھی پیشہ اور روزگار سے تعلق رکھتا ہوا سے اسلام

کی حدود کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنی ہے۔

ایک صاحب حضرت صاحب کی بیعت کے لئے آئے۔ جب رخصت ہونے لگے تو کہا حضرت میرے لئے دعا فرمائیں اور مجھے ضروری نصائح سے بھی نوازیں۔ حضرت اقدس نے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ میں درزی کی دوکان کرتا ہوں۔ حضرت صاحب نے اس درزی کو دو نصیحتیں کیں کہ (۱) آپ جو وعدہ کریں اس وعدہ پر آپ گاہک کا کپڑا ضرور تیار کر کے دیا کریں۔ (۲) جتنا بھی کپڑا باقی بچے خواہ یہ بچت کا کپڑا کتنا ہی کم ہو وہ گاہک کو واپس کر دیا کریں۔

اس شخص نے ان دونوں باتوں کو اپنے پلے باندھ لیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کی بڑی شہرت ہوئی اور اس کا کاروبار خوب چمک اُٹھا۔ گاہک کثرت سے اس درزی کے پاس آنے لگے اور اس کے ایفائے عہد اور ایمانداری کا چرچہ ہوگیا۔ لوگ اسی شخص سے کپڑے سلوانے لگے۔ یہ شخص ہفتہ کے بجائے مہینہ اور دو دو ماہ کی تاریخ دیتا مگر گاہک خوشی سے اسی سے کپڑے سلواتے۔ مسیح موعود کی نصیحت اور بیعت کی وجہ سے اور ان کی دعا سے خدا تعالیٰ نے اس کے کام میں بہت برکت دی۔

یہی ایک احمدی کی خصوصیت ہے۔ احمدی اسٹیشن ماسٹر، احمدی ریلوے آفیسر، احمدی دوکاندار، احمدی پولیس والا وغیرہ۔ سب ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔ پولیس کے محکمہ میں ولی صفت احمدی دیکھنے میں آتے ہیں۔ میاں غلام رسول صاحب مرحوم جس زمانہ میں فیروز پور میں انسپکٹر تھے ان کے اثر سے ایک دنیا کی دنیا احمدی ہوگئی۔ سید امجد علی صاحب نہایت ہی نیک نام آدمی مشہور تھے اور میاں محمد صادق صاحب مرحوم کی نیک نامی عام ہے۔

احمدیت کی نیک شہرت کی ایک مثال اور سنیے:

1930 میں صوبہ سرحد میں بہت فساد برپا ہوا۔ سرخپوش جو تحریک آزادی کے علمبردار تھے ان پر انگریزوں نے بہت سختی کی۔ بعد میں کشت وخون کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر ہوا۔ اس کمیشن کے سربراہ جسٹس نعمت اللہ صاحب تھے۔ اس کو نعمت اللہ کمیشن کہتے ہیں۔

اس کمیشن کے اجلاس پشاور اور ایبٹ آباد میں ہوئے۔ عدالت میں جو لوگ پیش ہوئے ان میں ہماری جماعت کے ایک بزرگ مولانا غلام حسن خان صاحب بھی تھے۔ وہ جب گواہی دے رہے تھے تو جج نے سوال کیا کہ آپ کیا احمدی ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کا یہ سوال غیر متعلق یعنی Irrelevant ہے۔ جج نے کہا ہاں یہ بات درست ہے کہ یہ سوال Irrelevant یعنی غیر متعلق ہے لیکن میں اپنی اطلاع کے لئے اس سوال کا جواب آپ سے چاہتا ہوں۔ مولانا غلام حسن خان صاحب نے فرمایا کہ ہاں میں احمدی ہوں لیکن آپ نے مجھ سے سوال کس غرض سے کیا ہے؟ جج صاحب نے کہا کہ یہ اس لئے ہے کہ میری نظر میں ایک احمدی کی گواہی بڑی اونچی ہوتی ہے۔ احمدی ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جو مسیح موعودؑ کے طفیل ہم کو ملی ہے۔ یہ دینداری اور نیکی ہی احمدیت کا امتیازی نشان ہے جو فتنہ دجال کا تریاق ہے جس کی طرف ہم سب کو بھی احمدی ہونے کے ناطے اپنے اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم بھی اپنے امام مجدد صد چہاردہم اور محدث کی تعلیمات کے وارث بنیں۔

ہماری جماعت حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی سے کم نہیں مگر ہم نمود و نمائش کے قائل نہیں۔ ہم روح اور مغز کے طلب گار ہیں۔ صحیح معنوں میں ہماری جماعت حبِ رسولؐ اور عشق الٰہی کا نمونہ ہے جس نے خدا اور اس کے رسولؐ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ جماعت احمدیہ محض نعرے باز قوم نہیں۔ اس جماعت میں عمل اور کردار ہے۔ جن دنوں غازی علم الدین شہید کا مقدمہ ہندوستان میں زیرِ ساعت تھا۔ آہستہ آہستہ سب مسلمان علماء اور انجمنیں پیچھے ہٹتی گئیں۔ اور صرف مولوی عصمت اللہ صاحب مرحوم ایک احمدی اکیلے مقدمہ کی پیروی کرتے رہے تاکہ حق وصداقت ظاہر۔

حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک میں ریاکاری نہیں جس کی ممانعت قرآن مجید کے حکم میں بھی ہے۔ لگن سب سے بڑھ کر ہے مگر دکھاوا اور نمائش احمدیت کا

شعار نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ سے کسی نے اعتراضاً کہا کہ آپ کی جماعت تسبیح نہیں پھیرتی۔ حضرت اقدسؑ نے مسکرا کر کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر تسبیح کا فائدہ بھی تو بتائیں۔ اعتراض کرنے والے شخص نے کہا کہ تسبیح میں 99 دانے ہوتے ہیں اور اس پر 99 اسمائے الٰہی شمار کر کے ہم خدا کو یاد کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے کہا کہ آپ گنتی کر کے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ خدا کا معاملہ تو آپ کے ساتھ کسی گنتی اور شمار کا نہیں بلکہ بے حد وحساب ہے۔ کیسی عمدہ بات ہے کہ ذکر الٰہی کی کوئی حد مقرر نہیں اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا کوئی شمار ہونا چاہیے کیونکہ ان کے اتنے احسان ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ مسیح موعودؑ فنافی اللہ کے ساتھ فنافی الرسولؐ بھی تھے۔

ان آیات میں عیسائیت اور فتنہ دجال کی تردید کی گئی ہے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ میں تم جیسا انسان ہوں اور عیسائیوں کو سمجھایا کہ خدائی کا مدعی انسان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ بشر رسول ہی انسان کے لئے نمونہ ہوسکتا ہے۔ پھر ارشاد خداوندی ہے کہ خدا ایک ہے یعنی تثلیث کی تردید کر دی گئی اور آخیر میں فرمایا کہ جو خدا تعالیٰ سے ملاقات کا خواہاں ہے اس کے لئے یہی طریق ہے کہ عمل صالح بجالائے۔ اپنے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور توحید پر قائم رہے جس کی نسبت قرآن مجید میں سخت تاکید ہے۔ ہمیں سورۃ الکھف کی ان آخری دس آیات کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔ ان آیات میں خدا سے استغفار کی تلقین کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو استغفار کرنے اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں میں پھر اپنے احمدی بھائی کو یاد کرواتا چلوں کہ:

فتنہ دجال کا تدارک چونکہ بقول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے ہونا مقدر ہے۔ اسی مقصد اور منشاء کی تائید میں مدعی مسیح موعود کو ایک کشف اور رویا دکھایا گیا جس کا ذکر انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

''اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے کہ جو آفتاب کا مغرب کی طرف سے چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں۔ آفتاب صداقت سے منور کئے جاویں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اسکے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔''

یہ کشف کھلی کھلی دلیل ہے اس بات پر کہ صداقت اسلام کو ثابت کرنا اور فتنہ دجال کی سرکوبی کرنا ہی مسیح موعودؑ کا کام ہے اور لوگوں کو اسلام کی طرف ہی دعوت دینا اور اسی میں ان کو داخل کرنا حضرت مسیح موعود کا فریضہ ہے۔ آپ نہ کوئی نیا دین لائے اور نہ کوئی نیا پیغام۔ وہی پیغام آپ نے دنیا تک پہنچایا جو اسلام نے دنیا کو دیا اور آپ نے اس کی تجدید کی اور بس۔ آپ غور کریں کہ اس کشف اور رویا کا ایک ایک لفظ کس صفائی سے پورا ہوا اور حضرت اقدس اور اُن کے ولی صفت جانثار مخلص مریدوں کی تحریروں، تقریروں اور تبلیغ اشاعت سے بیرونی ممالک میں ہزاروں انگریز، عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہوئے جس کی چند مثالیں آپ نے لارڈ ہیڈلے، بیرن عمر اور دیگر نومسلمین میں Islam our Choice کتاب میں پڑھی ہوں گی۔ لیکن ان تمام کارہائے نمایاں کے باوجود حضرت مرزا صاحب کو بُرے الفاظ سے پکارا گیا اور گالیاں دی گئیں اور ان کو دلدوز انداز میں کہنا پڑا کہ

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے!
قوم کے ظلم سے تنگ آ کر میرے پیارے آج
شور محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ناصر احمد (لندن)

سالانہ دعائیہ کے لئے ایک عیسائی دوست کا دعائیہ پیغام

میں خدا یسوع مسیح کے نام سے سرزمین انگلستان سے آپ کو سلام کہتا ہوں۔

ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں اس میں نفرتیں ہی نفرتیں ہیں اور زبانیں اکثر اعتراضات اور غلط فہمیوں کے زہر سے آلودہ ہیں۔لیکن میں دعا کرتا ہوں کہ اس سال دعائیہ میں آپ موجودہ حالات کے برخلاف بالکل مختلف محسوس کریں گے۔خدا کرے کہ اس دفعہ آپ اللہ کی ابدی بادشاہت کی کچھ نہ کچھ نئی کچھ جھلکیاں دیکھیں۔خدا کرے کہ آپ کے لئے سال 2018ء کا دعائیہ شہد سے زیادہ لذیذ اور پھول سے زیادہ خوبصورت اور خوشبودار ثابت ہو۔میری دعا ہے کہ خدا کا رحم اور اس کی برکتیں آپ سب پر کئی گنا زیادہ نازل ہوں اور جس طرح بارش خشک اور بنجر زمین کو تازگی اور پھلدار بناتی ہے۔دعا ہے کہ ہمارا شاندار خالق اس مرتبہ اپنی طرف سے خاص برکتیں نازل فرمائے اور اپنی عظمت کی معرفت عطا فرمائے۔آپ آسمان کی طرف دیکھیے! اپنے اندر بھی جھانکیے اور اپنے اردگرد کے حالات پر نظر دوڑائیں۔میری درخواست ہے کہ آپ اگلے چند دنوں میں اپنی نظر کو آسمان کی طرف اٹھائیں اور اللہ کی طرف دھیان دیں۔اس پر بھروسہ کریں اور اس سے نئے سرے سے محبت کا رشتہ قائم کریں۔اس سے التجا کریں کہ وہ آپ کو نیکی کے لباس سے ڈھانپ دے۔اللہ کو اپنا سرپرست سمجھتے ہوئے اس کو اپنا محافظ اور رزاق یقین کریں۔خدا کرے کہ اس کی مجسم نیک ذات اپنی روحانی طاقت کی سنہری ڈوریاں اور پاکبازی کی دھاریاں آپ کے نیکی کے لباس کی زینت بن جائیں۔خدا کرے کہ 2018ء کے دعائیہ کے قیمتی دنوں میں خدا آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنے دلوں کو خوب ٹٹولیں اور ان میں سے سختیاں نکال باہر کریں اور روحانی تحریکات آپ کی روح کو گرمائیں۔اور ہم ان غلطیوں کی اصلاح کا ارادہ کریں جو اب تک ہم نے نظر انداز کر رکھی تھیں اور جن کا تعلق ہمارے آپس کے تعلقات سے اور ہمارے خدا سے تعلقات سے ہے۔اور بالآخر ہم اپنے اردگرد بھی نظر دوڑانے کی عادت ڈالیں اور دیکھیں کہ کوئی ایسا بھائی یا بہن تو نہیں ہے جس کو آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ ایسے لوگوں کا پتہ کرنے کی توفیق دے جو سخت مشکل میں ہیں اور مشکل سے نکلنے کی کوشش میں ہیں۔ان سے مہربانی کا سلوک کریں۔ان سے ہمدردی اور نرمی کے بول بولیں جن سے ان کا حوصلہ بڑھے۔ہم انتہائی خطرناک وقت سے گذر رہے ہیں لیکن یہ وقت کئی لحاظ سے حیرت انگیز بھی ہے۔خدا سب سے اعلیٰ منصوبہ بندی کرنے والا ہے اور وہ وقت کی بہترین نگہبانی بھی کرنے والا ہے۔ہر گذرنے والا دن اللہ کے سربستہ راز اور حیران کن باتوں اور واقعات کی حقیقت کو کھولتا ہے۔بالکل اسی طرح جس طرح زمین میں بیج سے پودہ پھوٹتا، کلی بنتی اور پھر کلی سے پھول اور پھول کی پنکھڑیاں کھلتی ہیں۔خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ آنکھیں عطا کرے جن سے ہم ان عجائبات کا نظارہ کر سکیں۔وہ کان عطا کرے کہ ہم ان غیر معمولی آوازوں کو سن سکیں۔اور وہ دل عطا کرے جن سے ہم اللہ کے مقاصد کو سمجھ سکیں۔جیسے کہ آموس کی انجیل میں درج ہے:''یقیناً خداوند خدا کچھ نہیں کرتا جب تک کہ اپنا بھید اپنے خدمت گذار نبیوں پر پہلے آشکار نہ کرے۔'' (3:7)۔اور یسعیاہ کی انجیل میں درج ہے:''جو ابتدا ہی سے انجام کی خبر دیتا ہے۔اور ایام قدیم سے وہ باتیں جو اب تک وقوع میں نہیں آئیں بتاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میری مصلحت قائم رہے گی۔اور میں اپنی مرضی بالکل پوری کروں گا''۔(یسعیاہ 46:10)

اور اسی طرح دانیال نبی کا فرمان ہے:''اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہو گی اور اسکی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالہ نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی''۔(دانیال 2:44)

خدا کرے کہ دعائیہ 2018ء آئندہ آنے والی خوشخبریوں کی علامت بن جائے جس کے اشارے آسمان کی طرف ہوں اور یہ آنے والی خوشخبریوں کی جھلک ثابت ہو۔یہ دعائیہ اندھیرے اور مایوس کن حالات میں ہمارے لئے ریگستان میں ایک نخلستان ثابت ہو۔اللہ تعالیٰ اپنی برکتیں نازل فرمائے۔

ایین ڈکسن، مانچسٹر

عیسیٰ مسیحؑ کا پیروکار اور مسلمانوں کا عزیز دوست

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اولین وآخرین کے مزکی

چوہدری ریاض احمد

سورۃ جُمعہ کی پہلی تین آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:''اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین ہے (جو) بادشاہ پاک غالب حکمت والا (ہے) وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندرانہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا، جواُن پراس کی آیتیں پڑھتا ہے اورانہیں پاک کرتا ہے اورانہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے تھے''۔

جیسے جیسے ہم اللہ کی عطا کردہ بصارت سے آسمان اور زمین میں اس خالق، مالک کی بنائی ہوئی اشیاء پر غور کرتے ہیں تو ہمیں بڑے بڑے اجرام فلکی سورج۔ چاند، ستارے سمندر پہاڑ۔ آسمان۔ زمین۔ بادل۔ دریا حیوانات۔ نباتات۔ معدنیات کے مشاہدہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجرام فلکی انسان کے بنائے ہوئے نہیں اور نہ ہی انسان کے اختیار میں ہیں۔ کوئی اور ہی اعلیٰ ہستی ہے جوان سب چیزوں کو بنانے والی ہے جوانہیں کنٹرول کرنے والی ہے۔ یہ سب ایک مقررہ اندازہ کے مطابق اپنے اپنے کام کوسرانجام دے رہی ہیں۔

اسی طرح جب حضرت انسان پیدا ہوتا ہے تو پھر خدا کی صفت ربوبیت ہی سے اپنی زندگی گذارتا ہوا زمین میں دفن ہو جاتا ہے۔ اس حاکم کے حکم کے دائرہ سے کوئی چیز باہر نہیں۔ پھر وہ خالق و مالک اپنا تعارف اس طرح کراتا ہے کہ وہ پاک ہے بادشاہ ہے ہر چیز اس کے حکم کی پابند ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ خداوند کریم کا یہ انداز ہے کہ وہ پہلے ہمیں اپنی قدرت اور جلال اور لا انتہا طاقت سے آگاہ کرتا ہے کہ ہمارے ذہن میں رہے اعلیٰ و ارفع ہستی وہی ہے۔ جب یہ تصور ہمارے ذہن میں پختہ ہو جائے تو تعلیم قرآن یا احکام باری تعالیٰ کو سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا ہمارے لئے سہل ہو جاتا ہے۔ وہ حکمت والا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہر حکم میں جو وہ ہمیں تعلیم کی صورت میں دیتا ہے وہ ہمارے لئے فائدے سے خالی نہیں۔

دنیا میں بھی یہی دستو ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حکم کس Authority نے ہم کو دیا ہے۔ جتنی بڑی اتھارٹی ہوگی اتنا ہی زیادہ ہم ان احکامات کو بجالانے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ ''اسی نے انہی کے اندرانہی میں سے رسول بھیجا۔''

یہاں دو لفظ قابل غور ہیں۔ انہی کے اندر اور انہی میں سے۔ لیکن ہم اس آیت کے آخری الفاظ کی تشریح پہلے کرلیں تو ہمیں باقی مضمون واضح ہو جائے گا۔

''یعنی جن کی طرف رسول اللہ ﷺ کو بھیجا گیا وہ کون لوگ تھے۔'' خود قرآن کہتا ہے کہ وہ ضلالت میں پڑے ہوئے لوگ تھے۔ کونسی اخلاقی وروحانی بیماری ہے جوان میں نہ تھی۔ ان میں عیسائی بھی تھے۔ یہودی بھی تھے۔ بت پرست اور آگ کے پجاری بھی تھے۔ وہ بتوں کی پوجتے تھے اور طرح طرح کے شرک میں بھی مبتلا تھے۔ غرض اس وقت دنیا بلحاظ اخلاق، عبادات اور معاملات۔ سب ہی ایک خطرناک تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شراب وزنا۔ چوری۔ ڈاکہ قتل و غارت۔ دھوکہ۔ فریب۔ چرب زبانی۔ فسق وفجور سب کچھ ہی ان میں تھا۔ بیٹیوں کا قتل کرنا۔ اور عورتوں کو بطور تجارت استعمال کرنا عام تھا۔ عیسائی قوم بھی ان میں شامل تھی۔ اور جس کو کفارہ کے اعتقاد نے پوری آزادی دے دی تھی اور عربوں کی تو کوئی تعلیم ہی نہ تھی۔ ادھر ایران میں آتش پرستی ہوتی تھی تو ہندوستان میں پتھروں۔ درختوں اور واہیات چیزوں کی پرستش ہوتی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایک رسول محمد ﷺ کو عربوں میں مبعوث کیا۔ اب اس رسول کے متعلق جو کہا کہ وہ امی ہے اوران میں سے ہی

ہے ان ہی میں سے ہے اور ان کی طرح ہی کا انسان ہے۔لیکن وہ انسان کامل ہے۔ہاں اگر وہ انسان کی بجائے کوئی غیر معمولی فطرت رکھتا یا جنوں یا فرشتوں میں سے ہوتا تو انسان کے اندر وسوسہ ہوتا کہ یہ تو ہمارے جیسا نہیں ہے۔چنانچہ یہ جو کچھ ہمیں کہتا اور خود کرتا ہے وہ ہم نہیں کر سکتے کیونکہ رسول نہ صرف پیغام پہنچاتا ہے بلکہ اس پر مکمل طور پر عمل بھی کر کے دکھاتا ہے۔چنانچہ نبی کریم نے قرآن کریم کے ایک ایک حکم کو مکمل طور پر ادا کر کے دکھا دیا کہ قرآن انسانوں کی فلاح کے لئے ہے اور قابل عمل ہے۔

دوسرا لفظ استعمال کیا ''اُمی''۔جس کا مطلب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی مدرسہ یا درسگاہ میں نہیں گئے۔آپ نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا۔سب سے پہلی وحی جب نازل ہوئی تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا اقرا تو آپؐ نے فرمایا: مَا انا بقاریٌ۔

اور یہاں انہیں امی کہہ کر واضح کر دیا جو شخص قرآن تمہیں سنا رہا ہے وہ اس کی اختراع نہیں ہے کیونکہ وہ تو اپنی طرف سے کچھ نہیں بتاتا۔

آگے فرمایا: ترجمہ ''جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کا طریق یہ تھا کہ جو بھی احکام وحی کے ذریعہ حضرت جبرائیل آپ ﷺ کو سکھاتے حضورؐ ساتھ ہی ساتھ اپنے صحابہ کو سناتے جاتے جو صحابہ کرام یاد بھی کر لیتے اور لکھ بھی لیتے۔چنانچہ قرآن کا ریکارڈ ساتھ ہی ساتھ بنتا چلا جاتا۔پھر حضورؐ لوگوں کو محفلوں میں وعظ کرتے۔قرآن کو تلاوت کرتے۔نمازوں میں پڑھتے۔

ویز کیھم۔حضور نہ صرف قرآن کو پڑھ کر ان کو سناتے بلکہ اپنی ذاتی لاانتہا قوت قدسی سے اس وحشی عرب قوم کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی۔ان کے اخلاق عادات اور ایمان میں ایسی تبدیلی کی جو دنیا کے کسی اور ریفارمر یا مصلح کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔مثلاً عیسائیوں نے حضرت مسیح کی شان میں غلو تو اس قدر کیا کہ انہیں خدا بنا دیا۔حالانکہ حضرت مسیح خود عاجزی سے کہتے کہ وہ خدا نہیں۔لیکن دوسری طرف حضرت مسیح ان میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کر سکے۔وہ تو اپنے حواریوں کا بھی مکمل طور پر تزکیہ نہ کر سکے۔وہ بھی لالچی اور ضعیف الاعتقاد چند آدمیوں کے سوا کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔جو ہمیشہ ان سے بیوفائی کرتے رہے۔اس کے برعکس قرآن کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے تزکیہ نفس کیا وہ صحابہ کرام کی زندگیوں سے ظاہر ہے۔وہ قوم جو بت پرستی میں غرق تھی۔وہ صرف منہ سے ہی لا الہ الا اللہ کہنے والی ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس کو اس طاقت اور ولولہ سے قبول کیا کہ تلواروں کے سائے میں بھی ایمان افروز مظاہرہ اس کا کیا۔ملک مال و دولت۔رشتہ دار سب کو چھوڑنا منظور کیا۔مگر چھوڑی ہوئی بت پرستی کو کبھی دوبارہ غالب نہیں آنے دیا۔حضورؐ نے ان کا ایسا تزکیہ کیا کہ ان کی حالت یوں ہوگئی۔ترجمہ: ''یعنی وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گر پڑتے ہیں اور ان کو فروتنی و عاجزی میں ترقی ملتی ہے۔''

''وہ اپنے خدا کے آگے سجدہ اور قیام میں رات کاٹ دیتے ہیں۔''

پھر فرمایا ترجمہ: ''راتوں کو اپنی خوابگاہوں اور بستروں سے اٹھ اٹھ کر خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔''

شعب ابی طالب میں محصور ہوئے تو فاقوں تک نوبت آئی۔مکہ سے ہجرت کی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر۔

پھر یہاں تک انہوں نے تزکیہ کیا کہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضی اللہ عنھم و رضو عنہُ کی سند عطا ہوئی۔غرضیکہ اس طرح کی حیرت انگیز تبدیلی کوئی ہادی۔پیغمبر۔نبی۔رسول اپنی قوم کی نہیں کر سکا جو نبی اکرمؐ نے کر کے دکھا دی۔

پھر فرمایا و یعلمھم الکتب۔یعنی ان کو قرآن کا مکمل علم دیا۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔یعنی قرآن کے تمام احکام واضح کئے۔دراصل انسانی طبیعت تربیت سے سنورتی ہے۔علم کی تلاش و جستجو سے حاصل ہوتا ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا قول ہے علم مسلمانوں کی گمشدہ میراث ہے۔جہاں سے ملے اسے لے لو۔علم سیکھنے میں عیب نہ سمجھو۔آپس میں ملو جلو تو علم کا چرچا کرو ورنہ علم جاتا رہے گا۔علم تقسیم کرنے سے بڑھتا ہے اور علم بحث سے اور علماء کی صحبت سے

بڑھتا ہے۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ اپنا علم جہلا کو دو اور عالموں کا علم خود حاصل کرو اس طرح علم محفوظ رہے گا اور جہالت دور ہوگی۔و کونو مع الصادقین۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب طالب علم درسگاہ کی طرف جاتا ہے تو فرشتے اس کی راہ میں پر بچھاتے ہیں۔اسلام علم حاصل کرنے میں کوئی قدغن نہیں لگاتا۔دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ورنہ ہم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا دین کا ابتدائی علم یہ ہے کہ کم از کم ناظرہ قرآن پڑھایا جائے۔ نماز۔روزہ۔غسل۔طہارت کے مسائل معلوم ہوں۔جسے یہ بھی نہیں آتا تو وہ مسلمان کیا۔وہ گنہگاروں کی زندگی بسر کرتا ہے۔فرمایا نبی کریم ﷺ نے علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین کیوں نہ جانا پڑے۔حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن کا علم ہم تک پہنچانے کا بندوبست کیا۔حافظ قرآن بنائے۔لوگوں کو قرآن کے احکام سے آگاہ کیا خود ان پر عمل کر کے دکھایا۔اور یہاں تک کہ قیدیوں کو قرآن پڑھانے پر آزاد کیا۔غرض کونسا علم ہے جو قرآن نے ہمیں نہیں دیا۔قرآن نے ہمیں کائنات پر غور کرنے کی دعوت دے کر علم سائنس کو ترقی دی۔شروع میں مسلمان ہی حساب دان۔جغرافیہ دان۔سائنس دان اور مفکر تھے۔یہیں سے مغرب نے سب علم سیکھے جو ہم نے بھلا دیئے اور آج وہ علم ہی کی بدولت ہم پر حکمران ہیں۔علم کی کمی انسان میں غرور پیدا کر دیتی ہے اور علم کی زیادتی انکسار۔ اسی لئے قرآن میں ارشاد ہوا۔ترجمہ:''یعنی جو شخص جتنا زیادہ علم قرآن کا رکھے گا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوگا۔''

کتاب کا علم یعنی قرآن میں جتنے بھی شریعت کے احکام ہیں ان پر نہ صرف صحابہؓ کو آگاہ کیا بلکہ وہ ان کی زندگی کا حصہ بن گیا۔قرآن کی تعلیم ان کی روزمرہ زندگی سے آشکار ہوتی تھی۔نماز۔روزہ۔حج۔زکوٰۃ کے علاوہ محبت۔اخوت صلہ رحمی۔غلاموں سے سلوک۔ہمسایہ کے حقوق۔عورتوں کے حقوق۔بچوں۔ یتیموں۔مسافروں سے سلوک۔صبر۔استقامت۔ہمدردی خلق خدا۔غرضیکہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس پر قرآن نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو۔

تاریخ اسلام کے بڑے مجتہد اور محقق کیا تھے وہ عالم ہی تھے۔مثلاً امام ابوحنیفہؒ۔امام مالکؒ۔امام حنبلؒ۔امام شافعیؒ۔ان میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا طریق یہ تھا پہلے وہ قرآن سے کسی مسئلہ کا حل تلاش کرتے۔اگر وہاں کوئی حل نہ ملتا تو سُنت رسول کی طرف رجوع کرتے اگر وہاں سے بھی تسلی نہ ہوتی تو صحابہ کرام میں سے کسی کا قول تلاش کرتے۔اگر یہ بھی نہ ہوتا تو اجتہاد کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں امام ابوحنیفہ کے فتوے قانون مملکت کے طور پر رائج تھے۔

حکمت:

غرض آنحضورؐ نے جو آیات آپؐ نے صحابہ کو پڑھ کر اُن کو ان کا علم دیا اُن پر مکمل عمل کر کے ان کی اچھائی یعنی برکات اور حکمت بھی بتا دی۔شراب چھوڑنے کا حکم ہی نہیں بتایا بلکہ اس کی خرافات سے بھی آگاہ کیا۔غرض آپ نے قرآن کی تعلیمات پر مکمل عمل کر کے دکھا دیا کہ ان کی تاثیریں حکمت یعنی بھلائی سے پُر ہیں۔

کتاب کی تعلیم یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس پر عمل کرنا بھی سکھایا جائے۔ کتاب کا یا تعلیم کا سنا دینا ہی کافی نہیں ہوتا جبکہ سننے والا اچھی طرح سمجھ کر اس کی حقیقت کو نہ پالے۔اس لئے ضروری تھا کہ پہلے تعلیم آوے۔پھر اس کو پہنچایا جائے لوگوں تک اور پھر اس پر نمونہ بن کر دکھایا جائے۔چنانچہ صحابہ کرام نے حضورؐ کے کامل نمونہ کو اپنے اندر سمو کر حضور ﷺ کی وساطت سے تزکیہ حاصل کیا۔

وآخرین منھم لما یلحقو بھم۔کی پیشگوئی کے مصداق۔اس زمانے میں اسی طرح کے حالات جو حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے تھے۔بلکہ اس سے بھی بدتر۔کیا آج اسی طرح کی سوسائٹی میں خرابیاں ہمیں نظر نہیں آتیں۔کیا آج مسلمانوں میں شراب عام نہیں۔کیا جوا نہیں ہوتا۔کیا زنا کاری۔چوری ڈاکہ نہیں ہوتا۔کیا آج بھی اسی طرح بھرے بازار میں ماؤں اور بہنوں کی عفت وعصمت کے سودے نہیں ہوتے۔ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں۔تو کیا اس زمانہ میں خداوند کریم نے اپنے وعدہ کے موافق انسانیت کو سیدھے رستے پر لانے کے لئے کوئی بندوبست نہیں کیا۔

☆☆☆☆

ایمان، اعمال صالحہ، اعلائے کلمتہ اللہ اور صبر کامیابی کے اعلیٰ ذرائع

عاجز غیور (جموں)

ترجمہ: ''اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ زمانہ گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں''۔ (سورۃ العصر)

ایمان باللہ، اعمال صالحہ، اعلائے کلمتہ اللہ اور صبر قرآن کریم کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی ترقی کی راہیں ہیں۔ سورۃ العصر مکی زمانہ کی نازل شدہ ہے۔ اس میں ایسی اعلیٰ درجہ کی تلقین کی گئی ہے جو ایک مسلمان کی کامیابی کے لئے از بس ضروری ہے۔ ایک بہت بڑے بزرگ حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر سارا قرآن نازل نہ بھی ہوا ہوتا اور صرف یہی ایک سورۃ ہمیں ملی ہوتی تو بھی یہ ہماری ہدایت کے لئے کافی تھی۔ اس قول سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سورۃ شریف میں کتنی ضروری تعلیم دی گئی ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے کہ یہ مختصر سی سورۃ ہی ایک مسلمان کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہؓ اس سورۃ کو کثرت سے پڑھتے تھے۔ خصوصاً جب دو صحابہؓ آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے سے جدا ہوتے وقت یہ سورۃ پڑھتے کیونکہ اس سورۃ میں حکم ہے کہ ایک دوسرے کو وصیت کرو، تلقین کرو، تلقین اور وصیت میں فرق ہے۔ وصیت کے لفظ میں اہمیت کا مفہوم پنہاں ہوتا ہے۔ وصیت عموماً آخیری وقت یا موت کے وقت اور جدا ہونے کے وقت کی جاتی ہے۔ یہ پیغام خاص طور پر دلنشیں ہو جاتا ہے اور مرنے والے ورثاء خاص طور پر اس کی وصیت پر غور کرتے اور اس کو پورا کرتے ہیں۔ تو حضورؐ کے صحابہؓ سورۃ العصر پڑھتے تھے تاکہ ''وتواصو'' کا جو حکم ہے اس کی تعمیل اور تکمیل ہو جائے۔ یہ قوم، عجیب قسم کی قوم جو رسول کریمؐ نے پیدا کی۔ ان کے ایمان کی کیفیات اگر آج بیان کی جاویں تو وہ افسانے اور کہانیاں معلوم ہوں گی۔ صحابہ کرامؓ کا جذبہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی تعمیل ہو جائے۔ اور قرآن کریم میں جتنے بھی اوامر ہیں ان پر عمل ہو جائے۔ بعض احکام ایسے ہیں جن کی تعمیل کے لئے وقت اور حالات کی شرط ہوتی ہے۔ زندگی میں کسی کو پیش آئیں اور کسی کو پیش نہ آئیں۔ ایسے احکام اور اوامر کی عدم تعمیل کوئی گناہ نہیں۔ اس قسم کے اوامر جو مواقع اور حالات سے پہلے مشروط ہوتے ہیں۔ ان کا اگر موقع زندگی بھر نہ آئے تو کوئی سزا نہیں ہوتی۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے عشق کی یہ کیفیت تھی کہ جو ارشاد خداوندی امر کے رنگ میں ہو۔ اس پر ایک دفعہ ضرور عمل ہو جائے۔ اگر موقع نہ ملے تو وہ خود موقع پیدا کر لیتے تھے۔ جب سورۃ نور کی ہدایت نازل ہوئی کہ ''اے مومنو! اگر تم کسی کے گھر جاؤ تو پہلے اجازت طلب کیا کرو اگر صاحب خانہ تمہیں کسی وجہ سے نہیں مل سکتا یا وہ اس وقت تم سے ملاقات سے معذوری ظاہر کرتا ہے تو تم لوٹ آیا کرو۔ یہ بات تمہارے لئے اچھی ہے اور تمہاری طہارت اور پاکیزگی کا موجب ہے۔'' جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے آپس میں طے کیا کہ میں کبھی تمہارے گھر آ جاؤں گا اور تم کہہ دینا کہ تم چلے جاؤ تو اس طرح گویا ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل ہو جائے گی۔ یہ اسلامی اخلاق ہے کہ صاحب خانہ کی معذوری کا خیال رکھا جاوے عموماً جب کوئی گھر پر ملنے سے معذوری کا اظہار کرے تو کہا جاتا ہے کہ یہ شخص بڑا بدمزاج ہے، متکبر ہے لیکن از روئے قرآن ملنے والے اگر کہا جائے کہ اس

وقت چلے جاؤ تو واپس آ جانا چاہیے یہ بات زیادہ بہتر ہے۔

اس طرح سے جو قوم حضور سرورِ کائناتؐ نے پیدا کی ان کے ذہنی و قلبی احساسات ایسے تھے کہ ہم نے جو کچھ کرنا ہے خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرنا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہماری زندگی کا یہی مقصد ہونا چاہیے کہ ہمیں منشاء ایزدی کے ماتحت زندگی بسر کرنی ہے۔ ہم اس لئے کھانا کھاتے ہیں کہ خدا کا حکم ہے ''کلو'' اور اس لئے پیتے ہیں کہ خدا کا حکم ہے ''واشربو'' اور اسی طرح زندگی کی تمام ضروریات اور ہمارے سارے افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ہو جائیں۔ لکھا ہے کہ ایک شخص نے مسجد نبوی کے قریب اپنا مکان بنایا اور مسجد کی طرف کھڑکی رکھی۔ حضور صلعمؐ نے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ کھڑکی اس طرف کیوں رکھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہوا کے گذر کے لئے رکھی ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ اگر تمہاری نیت یہ ہوتی کہ ادھر سے اذان کی آواز آئے گی تو تمہیں ثواب ملتا اور ہوا نے تو آنا ہی تھا تو یہ کیفیت ہے جو قوم کے اندر پیدا کرنا اسلام کا مقصد ہے اور حضور صلعمؐ نے یہ کیفیت اپنے متبعین کے اندر پیدا کر کے دکھائی۔

سورۃ العصر کے مختلف مطالب ہیں اور وہ یہ کہ فرمایا والعصر، زمانہ گواہی دیتا ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ عصر کے معنی زمانہ، وقت۔ عصر کا وقت اور مختلف گھڑیاں ہیں کسی بھی معنی کے لحاظ سے لیا جاوے یہ صحیح ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ وقت جوں جوں گذرتا ہے انسان کا گھاٹا بڑھتا جاتا ہے۔ کیونکہ جو وقت گذر گیا وہ پھر واپس نہیں آئے گا۔

جوں جوں ہم پر وقت گذرتا رہتا ہے۔ ہمارا گھاٹا بڑھتا جاتا ہے۔ انسان کو دنیا میں بڑی غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ گو اپنا یوم ولادت مناتے ہیں اور بچوں کی سالگرہ مناتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہماری عمر بڑھ رہی ہے حالانکہ یہ عمر کم ہو رہی ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے انسان کی عمر اور مہلت کم ہوتی جاتی ہے۔ گھڑیال بجتا ہے تو وہ ہمیں وارننگ دیتا ہے کہ

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی!!

پس فرمایا کہ زمانہ گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ البتہ سب لوگ گھاٹے میں نہیں۔ اس میں استثناء موجود ہے کہ **الا الذین امنو وعملو الصلحات** ۔ ''ہاں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں''۔ ان کو گھاٹا نہیں ہے اس لئے کہ وہ وقت کی قدر کرتے ہیں اور رضائے الٰہی کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ رات کو اس لئے آرام کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ رات تمہارے آرام کے لئے ہے اور دن کو اس لئے بنایا کہ دن کو کام کرتے ہیں۔

ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط ہے۔ اس کے بغیر انسان آدمی نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ قرآن نے ایمان اور اسلام میں فرق کیا ہے۔ فرمایا ''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ یہ ابھی مومن نہیں ہوئے۔ ابھی تک ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا''۔ یہ مسلم ضرور ہیں لیکن مومن کے لئے اعمال صالحہ کی ضرورت ہوتی ہے پس ایسے لوگ جو ایمان اور اعمال میں پختہ ہیں وہ لوگ گھاٹے میں نہیں ہیں۔'' پھر فرمایا: **واتوا صو بالحق**'' یہ لوگ دنیا کو حق کی تلقین کرتے ہیں۔ حق سے مراد خدا تعالیٰ کی ذات بھی ہے۔ قرآن کریم کو بھی حق کہا گیا ہے اور اسلام کو بھی حق کہا گیا ہے۔ باطل کے مقابلہ پر بھی حق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایسے لوگ حق کی تلقین کرتے ہیں۔ حق کو دوسرے تک پہنچاتے ہیں یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں۔ یعنی یہ کام جو ہماری جماعت اور ہم سب نے ذمہ لے رکھا ہے۔ ہم نے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت اس لئے اختیار کی ہے کہ ہم دوسروں تک حق کو پہنچائیں اور خدا کے دین کا بول بالا کریں۔ ہم نے برضا و رغبت اس سلسلہ میں شمولیت کی ہے اور تکالیف اور مشکلات اور مالی قربانیوں کے باوجود اس شمولیت کو ضروری سمجھا تو گویا یہ ''**وتوا صو بالحق**'' پر عمل ہے لیکن اس سے پہلے پختہ ایمان اور اعمال

صالحہ کی ضرورت ہے۔

حق کے پھیلانے میں ہمیشہ مشکلات پیش آتی ہیں ۔ یہ آسان کام نہیں ۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ بڑا صبر آزما کام ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے صبر کی تلقین بھی فرمائی ہے۔صبر کا مطلب یہ ہے کہ ہر مصیبت کے وقت انسان خندہ پیشانی سے اس مصیبت کو برداشت کرے اور نہ اس کے پائے ثبات میں تزلزل آئے اور نہ زبان پر شکایت ہو۔ یہ بڑا مشکل مقام ہے جو جگر سوزی سے پیدا ہوتا ہے ۔مصائب کی بھٹی اور مشکلات کی کٹھال میں سے گذر کر انسان کندن بنتا ہے۔ایک بزرگ کا قول ہے کہ ایک پتھر پر صدیاں گذرتی ہیں۔پتھر ہزار گرمیاں سہتا ہے تو پھر بنتا ہے یہی حال دل کا ہے کہ یہ خون جگر سے سل بنتا ہے۔انسان کو جو صبر کی تلقین کی گئی ہے وہ خون جگر مانگتی ہے اور جب صبر کی نعمت حاصل ہو جائے تو دنیا کا کوئی دکھ، دکھ نہیں رہتا اور نہ کوئی تکلیف،تکلیف رہتی ہے۔قرآن کریم ’’وبشر الصابرین ‘‘ کہہ کر صابر لوگوں کے لئے ہزاروں برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے کہ نہ وہ کسی تکلیف سے ڈگمگاتے ہیں اور نہ ہی دکھ سے گھبراتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ سورۃ العصر کا درس یہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے ۔ انسان یہاں عمومی رنگ میں مخاطب ہوا ہے ۔ قرآن کریم میں انسان کی کئی خاصیتیں بیان ہوئی ہیں ۔مثلاً یہ کہ انسان بڑا ہی نافرمان ہے۔ حالانکہ سب انسان خدا تعالیٰ کے نافرمان نہیں ہوتے ۔ان میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں اور ایسا ہی فرمایا کہ انسان تعجیل پسند ہے۔

اس عجلت پسندی میں اکثر غلط فیصلے کرتا ہے اور نقصان اُٹھاتا ہے اور ندامت بھی ہوتی ہے تو یہ ساری باتیں عمومی ہر رنگ میں پائی جاتی ہیں ۔ اسی طرح عمومی کیفیت یہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔

اس سورۃ میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں ۔ ایمان، عمل صالح ،حق اور صبر کی تلقین ۔ ایک دوکاندار شام کے وقت اپنی آمدنی اور گلے کا حساب کرتا ہے کہ کیا کمایا اور کیا نقصان ہوا اور ایک کاروباری آدمی بھی ہر روز نہ سہی، ہفتہ وار یا ماہوار حساب کرتا ہے مگر حساب کرتا ضرور ہے ۔ یہی بات انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بھی لاگو ہوتی ہے ۔انفرادی طور پر حضور نبی کریمؐ نے یہ گر بتایا کہ مومن کو چاہیے کہ وہ شام کے بعد اپنے دن بھر کے کام کاج پر غور کرے کہ میں نے آج کیا کچھ کیا؟ کتنے نیک کام کئے اور کیا کچھ برا کیا اور سوچا؟ اور پھر اگلے روز کے لئے مزید نیکیاں اور بھلائیاں کرنے کی سوچے ۔ اسی طرح سے ایک جماعت کو بھی اپنے کام کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے ۔ اگر قدم ترقی کی طرف ہے اور جماعت میں فعال آدمی پیدا ہو رہے ہیں اور اس کے اعمال باثمر ہیں تو ایسی جماعت پر خدا کا فضل ہے۔ ورنہ ہم سب کے لئے اس سورۃ میں ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہماری جماعت کدھر اور کہاں جارہی ہے؟

یہ سورۃ مومن کے دو قسم کے فرائض بتاتی ہے اول انفرادی اصلاح جس کے لئے ایمان اور عمل صالحہ کی ضرورت ہے اور دوسرے باقی کی اصلاح جس کے لئے اعلائے کلمۃ الحق اور صبر کو ہتھیار بنایا گیا ہے ۔ دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح ایک بڑا ضروری عمل ہے اور جماعتی ترقی کے لئے بھی یہی پہلا قدم ہے ۔ خدا کے فضل سے ہمارے عقائد ایسے ہیں کہ ہمیں کبھی شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی ۔ ایسے عقائد والی جماعت کو بہت ترقی اللہ کی مدد سے کرنی ہے۔لیکن ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ محض سچے عقائد ہی کافی ہیں اور جماعت بندی کے اصولوں اور طریقوں کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں ۔ صحت عقائد الگ چیز ہے اور تنظیمی مصلحت دوسری چیز ہے ۔قومیں اخوت ،مودت ، باہمی ہمدردی ،قربانی اور ایثار سے آگے بڑھتی ہیں جس کا ہم میں فقدان ہوتا جارہا ہے۔بعض اوقات غلط عقائد والی جماعتیں بھی ان خصوصیت کی وجہ سے آگے بڑھتی ہیں اور بہت ترقی کرلیتی ہیں ۔عیسائیوں نے تین خداؤں کے غلط عقیدہ کے باوجود کتنی ترقی کی؟

پس ہمارے لئے مقام غور ہے کہ باجود صحیح عقائد رکھنے کے جماعتی رنگ میں کیوں ترقی نہیں کررہے؟ اس ضمن میں مجھے اور آپ سب کو اپنا اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنی اپنی جگہ ذاتی اصلاح کرنا ہے۔ سچے ایمان کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر حق کے پھیلانے میں جدوجہد اور ایثار اور قربانی کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد جو تکالیف اور مصائب اور مشکلات اس راہ میں پیش آئیں انہیں صبر سے برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ جب یہ منازل ہم طے کریں گے تو پھر ہمارے لئے انشاء اللہ کوئی گھاٹا نہیں ہوگا۔ پھر ہم خسران سے بچ جائیں گے۔ انفرادی طور پر بھی ہمیں نفع ہوگا اور جماعتی رنگ میں بھی ہم ترقی کریں گے اور آگے بڑھیں گے۔

قرآن مجید کے احکامات کی روشنی میں اور حبیب خدا کی تعلیمات کے عین مطابق ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے ہمیں تلقین فرمائی ہے کہ دلائل کے ساتھ ہم اپنے معاندین پر غالب آ بھی گئے تو تب تک اس غلبہ کا کوئی فائدہ نہ ہے۔ جب تک ہم اپنی اندرونی حالت کی اصلاح نہ کریں اور نیکو کار نہ بن جائیں تا کہ ہم معاشرہ پر ایک اچھا اثر ڈال سکیں۔ جماعت کے اصلاح کی فکر اور سوچ نے مہدی مسعود کو مضطرب کر رکھا تھا اور ان کے آنے کی اصل غرض یہی اصلاح نفس ہے جو اللہ کی معرفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں پروان چڑھے اور جماعت احمدیہ پوری دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے جو بنی نوع انسان کو بھلائی کی طرف بلائے اور برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کرے تا مسیح موعود کے مشن کی اصل غرض اور مقصد پورا ہو جس کا تفصیلی ذکر انہوں نے اپنی تعلیمات جو عین اسلام ہیں اپنی پر معارف کتاب کشتی نوح میں کیا ہے جس کے اقتباسات ہم نے اکثر سنے ہیں۔ اس تعلیم کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے تا کہ ہم لوگ باخدا بن جائیں اور مستجاب الدعوات ہو جائیں جس کی بے نظیر مثال آج کے زمانہ میں مسیح موعودؑ کی دعاؤں نے پیش کیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں اعجازی تھیں۔ ان کی دعاؤں سے اور واقعات کے علاوہ لاعلاج مریض شفایاب ہوئے۔ جن دعاؤں سے نہ صرف حضرت مرزا صاحب کی صداقت ظاہر ہوتی ہے بلکہ ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ کیسا سچا پیوند ہمارے پیارے امامؑ کا نبی کریمؐ کی کامل اتباع میں خدائے بزرگ و برتر سے تھا جن کی صرف چند مثالیں میں آپ کو سناتا ہوں:

''ایک دفعہ ایک نوجوان عبدالکریم نامی کو جبکہ وہ قادیان میں اقامت پذیر تھا۔ دیوانے کتے نے کاٹ کھایا۔ اس کو طبی مشورہ کے لئے کسولی بھیجا گیا جہاں سگِ گزیدگان'' کا علاج کیا جاتا تھا۔ یہ شخص قادیان کے بورڈنگ ہاؤس میں رہائش پذیر تھا۔ چند دن کسولی میں علاج کروا کر یہ بیمار واپس آ گیا۔ اور سب کا خیال تھا کہ اب وہ ٹھیک رہے گا لیکن کچھ دنوں کے بعد ہی عبدالکریم میں دیوانگی کے آثار نمودار ہو گئے اور جو علامتیں سگِ گزیدگان'' کے بیماروں میں پائی جاتی ہیں وہ اس میں ظاہر ہو گئیں۔ وہ پانی سے ڈرتا تھا اور دیوانہ وار ادھر اُدھر بھاگتا تھا جس سے لوگوں میں دہشت اور وحشت پھیلتی تھی۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر کسولی کے ڈاکٹروں کو پھر لکھا گیا اور مریض کی حالت بیان کر کے ان ڈاکٹروں سے طبی مشورہ طلب کیا گیا۔ جس کے جواب میں کسولی کے ڈاکٹروں نے لکھا:

Sorry nothing can be done for Abdul Karim

''یعنی افسوس ہے کہ عبدالکریم کے متعلق اب کچھ بھی ممکن نہیں کیا جا سکتا یعنی اب وہ لاعلاج ہو گیا ہے اور اس کا جانبر ہونا ناممکن ہے کیونکہ ان علامتوں کے پیدا ہونے پر کوئی ایسا مریض بچ نہیں سکتا۔ یہ تجربہ شدہ اور مستحق امر ہے۔ یہ معلوم کر کے حضرت مسیح موعودؑ کو جو سراپا رحم و کرم تھے اس غریب الوطن پر بڑا رحم آیا اور دعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہو گئی۔ چنانچہ حضرت مرزا

صاحب خود فرماتے ہیں کہ میرا دل اس عبدالکریم کے لئے سخت درد اور بیقراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت توجہ پیدا ہوگئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ مردہ زندہ ہوجائے۔غرض اس کے لئے ''اقبال علی اللہ'' کی حالت میسر آ گئی اور جب وہ توجہ انتہاء کو پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کرلیا تب اس بیمار پر جو درحقیقت مردہ تھا اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ چند روز تک صحت یاب ہوگیا''۔مسیح موعودؑ نے اس واقعہ کو اپنی صداقت کے طور پر نشان نمبر 5 میں اپنی پُر معارف کتاب حقیقت الوحی میں رقم فرمایا ہے۔آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقت الوحی حضرت اقدسؑ کی 1907ء کی وہ معرکتہ الارا کتاب ہے جس کے بارے میں حضرت اقدسؑ کا یہ دعویٰ ہے کہ جو شخص اس کتاب کو خلوص نیت سے اول سے آخر تک بغور پڑھے گا وہ مسیح موعود کی صداقت کا قائل ہوکر ان کو اپنا آقا اور مرشد تسلیم کرے گا۔حقیقت الوحی جیسی ضخیم کتاب میں مسیح موعودؑ نے اپنی صداقت کے 300 نشانات بیان کئے ہیں جو محض اللہ کی تائید کے ساتھ اور رسول خدا کی اتباع میں ظاہر ہوئے جن سے اسلام کی برتری ثابت کرنے کا مقصد پورا ہوا اور کتاب آج بھی متلاشیان حق کے لئے ہدایت کا چراغ ہے۔

مسیح موعودؑ کے اس نشان نمبر 5 کے متعلق ایلوپیتھی اور یونانی طب والے اس پر متفق ہیں کہ جب عبدالکریم جیسا بیمار پانی سے ڈرنے لگے اور دیوانہ وار ادھر ادھر بھاگنے لگے اور لوگوں میں دہشت اور وحشت پھیلائے تو اس کا شفا پانا عموماً امر محال ہوجاتا ہے مگر یہاں کچھ اور ہی نقشہ نظر آتا ہے یہاں ایک مردِ کامل کا ایمان، اس کی دعا اور توجہ کام کر جاتی ہے اور وہ کچھ جو بظاہر ناممکن سمجھا جاتا ہے وہ ممکن ہوجاتا ہے۔ جب زمینی اسباب نے جواب دے دیا تو آسمانی تدبیر نے وہ کام کیا کہ عقل حیران رہ گئی۔

حضرت مرزا صاحب اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو لاعلاج بتائے۔حضرت مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں نے خدائی اختیارات اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں کہ مریضوں پر موت کا فتویٰ لگادیتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک بچہ نمونیا سے بیمار ہوگیا۔ڈاکٹر نے اس کی حالت دیکھ کر کہا کہ ڈبل نمونیا ہوگیا ہے اور اب مرض اس قدر شدت پکڑ گیا ہے کہ کوئی دوا یا علاج کارگر نہیں ہوسکتا۔والدین بیچارے مایوس ہوکر بچے کو گھر لائے۔جب حضرت اقدسؑ کو اس بات کا علم ہوا کہ ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے تو آپ نے سخت اظہار ناراضگی فرمایا اور ڈاکٹر کو بلوا کر تنبیہہ فرمائی کہ آپ کا کام علاج کرنا ہے اور شفا منجاب اللہ ہے۔پھر فرمایا کہ جس بچے کو آپ نے لاعلاج بتایا ہے اور لاعلاج قرار دیا ہے ممکن ہے کہ خدا ہماری دعا سے شفا دے دے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور وہی بچہ جو ڈبل نمونیہ کے زبردست حملہ سے لاعلاج دیا گیا تھا خدا کے فضل سے شفا پا گیا۔ایسی بیسیوں اور سینکڑوں مثالیں ہیں کہ لاعلاج بیمار اور مریض حضرت مسیح موعودؑ کی دعا اور توجہ سے شفا پاگئے لیکن یہ واقعات معرض تحریر میں نہ آئے۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سنور کے ایک احمدی دوست نے لکھا کہ ضلع انبالے کا ایک نوجوان جس کا نام بھول گیا ہے عین عالم شباب میں مرض دق کا شکار ہوگیا ہے۔اس وقت یہ مرض دق جس کو لاحق ہوجاتا اس کا موت کی آغوش میں چلے جانا یقینی تھا۔حکمائے سلف نے بھی لکھا ہے کہ:

تپ دق بجوان وفالج بہ پیر

فلاطوں گر بیاید نیست تدبیر

دق کا یہ جوان مریض بیچارگی میں طبیبوں اور ڈاکٹروں کے ہاں بھٹکتا پھرا اور بہت سارا روپیہ خرچ کر کے اور خراب وخستہ ہوکر پھر بھی ناکام کا ناکام ہی رہا۔آخر جب مرض نے شدت پکڑی تو ڈاکٹروں اور طبیبوں نے جن کے

وہ زیر علاج تھا جواب دے دیا اور کہا کہ اب تمہارا علاج و معالجہ بے سود اور بے فائدہ ہے اور تمہاری حالت ایسی ہو چکی ہے کہ اب تم چند دنوں کے مہمان ہو۔ ڈاکٹروں کی اس بات پر اس نوجوان کی جو حالت ہوئی یا ہو سکی تھی وہ ظاہر ہے۔ اس مضطرب بیمار نوجوان نے سوچا کہ اب مرنا تو ہے ہی کیوں نہ قادیان میں اپنے مرشد کے قدموں میں جا کر مروں۔ چنانچہ وہ گھر سے کفن وغیرہ لے کر پریشانی میں قادیان پہنچ گیا۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود سے ملنے کی سعادت حاصل ہوئی اس وقت اس پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی کہ بیمار نوجوان پھوٹ پھوٹ کر رو یا۔ حضرت مرزا صاحب نے تسلی دی اور وجہ پوچھی۔ اس بیمار نوجوان نے کہا کہ بس مرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ کفن بھی ساتھ لایا ہوں۔ حکیموں اور ڈاکٹروں نے جواب دے رکھا ہے اور محض چند روز زندگی کے باقی ہیں۔ حضرت اقدسؑ کو اس نوجوان کی گریہ زاری پر رحم آیا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور نہایت ہی شفقت کے ساتھ فرمایا کہ مایوس نہیں ہونا چاہیے میں دعا کروں گا۔ خدا کے فضل کی اُمید رکھنی چاہیے اور ظاہر اسباب کے مدنظر آپ نے کچھ ادویات کے استعمال کا بھی انتظام فرمایا اور حضرت مرزا صاحب خود دعا میں لگ گئے۔ آپ ہر روز اس نوجوان کے لئے بہت دعا اور تہجد کے وقت دعا فرماتے تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دو ہفتہ کے اندر اندر مریض کی حالت رو بہ صحت ہونے لگی۔ اور دو تین ماہ کے اندر اندر خدا تعالیٰ نے اس کو مکمل صحت یاب کیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

ایسی ہی درجنوں کرامتیں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں نظر آتی ہیں۔ اپنوں اور پرایوں اور دشمنوں کی شہادت ہے کہ ہندوؤں کا آپ سے ملتجی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ غیر مذاہب کے لوگوں تک کو آپ کی ولایت اور آپ کا مستجاب الداعوت ہونا مسلم تھا۔

جن لوگوں نے حضرت مجدد صد چہاردہم کے ایسے ایسے اعجازی کارنامے دیکھے ہوں وہ کب مسیح موعود کی صداقت اور کاملیت کا انکار کر سکتے ہیں؟ قابل رحم ہیں وہ لوگ جو ایسے کامل انسان اور خدا کے مامور سے الگ ہیں اور آپ مہدی معہود کے متعلق طرح طرح کی من گھڑت اور جھوٹی سوظنیوں اور خرافات سے کام لے کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ جس کے بارے میں ان منکرین مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہونا ہوگا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو شخص میرے ولی (دوست) سے جنگ کرے گا میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا اور اپنے مامور کو ہر جھوٹے الزام سے بری کروں گا۔ جیسا کہ حضرت مریم اور عیسیٰؑ اور اللہ کے دیگر مقرب اشخاص کے ساتھ ہوا۔

حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں تیرے بارے میں مخالفین کے کسی اعتراض اور تہمت کو باقی نہ رکھوں گا۔ اور تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ یہاں تک کے بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ چونکہ اسلام کو کل مذاہب پر فوقیت اور بالادستی ثابت کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ جب تیرھویں صدی ہجری میں دین اسلام چاروں طرف سے غیر مذاہب کے حملوں سے گھرا ہوا تھا اور اہل اسلام بیچارگی کے عالم میں تھے تو اسلام کی مدافعت اور غلبہ کے لئے مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا صاحب نے سلطان القلم ہونے کے ناطے سب سے پہلے اپنی شہرہ آفاق کتاب براہین احمدیہ چار جلدوں میں منظر عام پر لائی۔ ان کے ہم جماعت اور ہم عصر مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد نمبر 6-7 میں اس براہین احمدیہ کتاب پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ:

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں ۔۔۔ اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی ولسانی و حالی وقلمی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔''

اپنوں کے منہ سے نکلی ہوئی مدح وہ مزہ نہیں دیتی جو اغیار کے لبوں پر بے ساختہ آجائے۔ یہ وہی بٹالوی صاحب ہیں جنہوں نے اعلان کیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو میں نے ہی عروج پر پہنچایا ہے۔ اور میں ہی اس کو نیچے گراؤں گا۔ اس ارادے سے اس بٹالوی صاحب نے پورے پنجاب اور برصغیر میں گھوم کر حضرت مرزا صاحب کے خلاف کفر کا ایک فتوی علماء کے دستخطوں سے تیار کیا۔ حقیقت اور واقعات گواہی دیتے ہیں کہ اس مامور من اللہ اور خدائی سرجن نے جب بھی انہی مولویوں اور فتویٰ بازوں کے پھوڑوں پر ہاتھ رکھا بلبلا اُٹھے اور اپنے اُوپرا تنا بڑا ظلم کیا کہ تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں پر کس کے باندھ لی اور اب جبکہ حالات متقاضی ہیں اس پٹی کو خود بھی کھول نہیں سکتے اور اگر بفرض محال کھول بھی دیں تو اپنی قلعی کھلتی نظر آتی ہے۔ یہی مولوی محمد حسین بٹالوی بالآخر اس دارِ فانی سے ایسی بے بسی کے عالم میں گذر گئے کہ پسماندگان میں سے ایک بھی سچے دل سے ان کا نوحہ خواں نہ بن سکا بلکہ یوں ہوا کہ جسے انہوں نے کافر، دجال اور ملحد ٹھہرایا اس کی مدح سرائی پورے چار دانگ عالم میں ہوئی اور آج بھی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ مجدد صد چہاردہم کی وفات حسرت آیات پر بٹالوی صاحب کے حواریوں میں سے ایک نے تو ہاتھ مل مل کر نوحہ خانی کی اور اس جلیل القدر مجدد اعظم کی شان میں قصیدے کہنے ہی پڑے جو ان لوگوں کی آنکھوں کو کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اخبار وکیل امرتسر دیکھئے کس جرات مندانہ انداز سے حق نوازی کا ثبوت دے کر ایک ناقابل تردید اور انمٹ تاریخ رقم کرتا ہے۔ چنانچہ اخبار وکیل امرتسر مسیح موعودؑ کی وفات پر اُن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''وہ شخص بہت بڑا شخص تھا جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا تھا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے''۔

اسی اخبار وکیل کے ایڈیٹر محترم عبداللہ العمادی صاحب آگے چل کر ایک جگہ حق گوئی کا یوں مظاہرہ کرتے ہیں کہ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اسی طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کردے۔''

مولوی ظفر علی خان بھی اخبار زمیندار کے 9 اکتوبر 1932ء کے پرچہ میں رقیبانہ انداز میں اس شیر خدا مسیح موعودؑ کی دشمنی کماتے ہوئے اور کتنی پیاری مخالفت میں یوں رقم طراز ہیں کہ:

''میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجویٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کاونٹ ڈسکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے غلام احمدؑ قادیانی کی (نعوذ باللہ) خرافات واہیہ پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے''۔

آخیر یہ کیا بات تھی کہ یہ مولوی یا مفتی تو کیا بڑے بڑے فلاسفر گاؤں کے ایک منشی کے سامنے سر تسلیم خم ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور مولوی ظفر علی خان اور ان جیسے نہ معلوم کتنے مکفرین کو آج تک یاس وحسرت دیکھنی پڑی اور ان معاندین حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ مامور من اللہ کی آنکھیں دیکھ دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ کاش ان لوگوں نے اپنی اس حسرت کو حسد کے بجائے رشک کی جگہ دی ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس قدر شدت کی حیرت ہوتی۔ تسکین قلب تو روحانی غذا سے ہی ملتی ہے۔ اگر مولوی ظفر خان صاحب میں ہی اتنا زعم نہ ہوتا تو یقیناً وہ خود بھی کاؤنٹ ڈسکارٹ اور ہیگل کو خاطر میں نہ لانے والوں کی صف میں شامل ہوتے اور یوں ان کو عبرت و یاس دیکھنے کی تکلیف بھی نہ ہوتی۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری اور باعث دلچسپی ہوگا کہ جہاں اپنوں کا ذکر خیر ہوا ہے۔ اغیار اور پادریوں کے دلوں کو بھی ٹٹول کر دیکھ لیا جائے تا معلوم ہو کہ قادیان کے اس مرد مومن اور مجدد اعظم کا مشن کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔

''پادری کریمر ایڈیٹر مسلم ورلڈ'' کا قلم بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ:

''ان میں اخلاص جوش اور قربانی کی قابل تعریف صفت ہے یہ لوگ دق کرنے والے اور سخت جارحانہ ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ ان کا بانی مرزا غلام احمدؑ ضرور زبردست شخصیت ہوگا۔'' (مسلم ورلڈ صفحہ 170)

پادری صاحب کی یہ کھلی تنقید بھی بہت بھلی ہے۔ کیونکہ امام زماں نے ان لوگوں کی دکھتی رگیں پکڑی تھیں۔ یہ لوگ اپنے علاوہ سادہ لوح مسلمانوں کو حتیٰ کے کٹر مولویوں اور فتوے بازوں کو بھی اپنے انجیلی یسوع کی بھیڑیں بنانے پر تلے ہوئے تھے اور کسی حد تک اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو چکے تھے اور ہمارے ہی علماء کی وساطت سے ہمارے دین اسلام میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کر رہے تھے۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ مسلمانوں کے مونہوں سے اپنے یسوع کی برتری کہلوادی جیسا کہ اب بھی کہیں یہ عقیدہ نظر آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بجسد عنصری آسمان پر چڑھ کر چلے گئے تھے۔

شنکر آچاریہ سرنگر پر ایک ڈاکومنٹری پیش کی گئی جس میں شنکر آچاریہ او رتخت سلمان پہاڑی کے بارے میں کچھ تو ازیخی واقعات دکھانے اور بتانے کے علاوہ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت عیسیٰ نے ہی اس وقت کے کشمیر کے ایک مسلمان بادشاہ کی اجازت سے شنکر آچاریہ مندر کے گنبد کی مرمت کی جس کے بارے میں ہندوؤں نے شور اٹھایا کہ ایک غیر ہندو یعنی عیسیٰ کو کیوں مندر کے اندر داخل ہونے کی اجازت ملی۔ اینکر اور کمنٹیٹر نے تصاویر کے ساتھ مختلف ریسرچ سکالرس ''فبیر قیصر'' وغیرہ کے حوالہ سے بتایا کہ حضرت عیسیٰ ہندوستان سے کشمیر آئے اور یہیں محلّہ خانیار میں 120 برس کی عمر میں وفات پا گئے۔

چینل نے خصوصیت کے ساتھ جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے محلّہ خانیار سرینگر میں دربار عیسیٰ (یوز آصف) کا مقبرہ دکھایا جو مسیح موعود نے ثابت کیا۔ حضرت عیسیٰ کے کشمیر آنے اور وہیں وفات پا کر محلّہ خانیار سرینگر میں دفن ہونے کی پوری تفصیل نہ صرف مسیح موعود کی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' بلکہ خواجہ نذیر احمد بیرسٹر لاہور کی آٹھ سال کی ریسرچ کے بعد لکھی گئی دنیا میں معروف کتاب Jeasus in Heaven on Earth میں درج ہے جس کا مطالعہ کرنا نہ صرف باعث دلچسپی ہوگا بلکہ ہمارے امام کی صداقت کا بھی ایک زبردست ثبوت ہے جس کو آج ایک دنیا نے تسلیم کیا ہے اور ہر کسی ریسرچ سکالر جو غیر مسلم ہیں یا بعض مورخین ان ہی دو کتابوں سے استفادہ کر کے اور حوالے دے کر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کشمیر میں چل بسے "Jeasus died in Kashmir" جس کا اعلان ایک صدی قبل خدا تعالیٰ کے مامور نے کیا اور قرآن مجید کی تیس آیات اور احادیث سے وفات مسیح کو ثابت کیا اور عقیدہ تثلیث کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور یہی کسر صلیب ہے جو مسیح موعود کو کر دکھانا تھا۔

ایسے حقائق ہونے کے باوجود ان فتوے باز مسلمانوں اور مولویوں کو انجیلی مسیح کی بھیڑیں بنا دیا گیا۔ دیکھئے پادری کزیمر صاحب کو اعتراف کئے بغیر اور کچھ بنا ہی نہیں اور ان کی دکھتی رگ جو مسیح موعود امام زماں نے پکڑی تو پریشانی میں کہنا ہی پڑا کہ احمدی لوگ ان کو دِق کرنے والے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جیسے ہی ان مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کئے تھے یہ مسلمان اور فتوے باز مولوی سنبھل جاتے اور سجدہ ہائے شکر بجا لاتے کہ ان کو بچانے والا اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت کا مالک ایک مامور بھیجا کہ دشمنان اسلام کے قلم ہاتھوں سے چھوٹ گئے اور بڑ بڑا کر گالی گلوچ پر اتر آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ توحید کے دشمن اور مخالفین نے ان مکفر مولویوں کو پادریوں سے ڈبل ڈوز ملی تھیں جس کا اثر کم بخت اترنے میں ابھی تک نہیں آتا۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی ترشی ہی اس چڑھی ہوئی کو اتارے گی۔

آخر میں میں آپ کو کوئی تین سو علماء کے فتویٰ کا ایک حصہ پیش کرتا ہوں جو ایک Poster (اشتہار) کی صورت میں بہت پہلے شائع ہوا تھا یہ فتویٰ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ پر صادر نہیں ہوا تھا بلکہ یہ فتویٰ مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا محمد قاسم تھانوی اور مولانا محمود الحسن کے بارے میں ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس مذموم فتویٰ کو عبرت کی نظروں سے دیکھا جائے اور گریبان میں جھانک جھانک کر جتنا روئیں کم ہے۔ اس فتویٰ میں ہر سہ مولاناؤں کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ:

''یہ قطعاً مرتد اور کافر ہیں اور ان کا ارتداد کفر سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد اور کافر ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی انہیں نماز نہ پڑھنے دیں جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور اولاد حرامی ہوگی۔ ازروئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔''

اس فتویٰ پر تکفیر بازی کی بدترین قائم کی گئی ہے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہے اور بے قصور مسلم خواتین کے حقوق پر شب خون مارا گیا ہے۔ یہ فتویٰ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ صاف صاف دریدہ ذہنی ہے۔ ذاتی رنج و عناد ان فتویٰ بازوں سے سب کچھ کہلوا رہا ہے۔ آخر یہ مکفر اور مکذب لوگ جس شریعت کی رو سے بیچاری بیوی اور اولاد تک کو اتنی بڑی سزائیں دے دیتے ہیں۔ وہ کون سی شریعت ہے۔ یہ سب کچھ من گھڑت ہے۔ یہ کفر و الحاد کا ٹیکسال ان مکفر اور مکذب لوگوں نے خود کھولا ہے۔ جس کا شریعت اسلامی سے دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ بیشک ہمارے اللہ اور خاتم النبیین کی تعلیم ان غیر اسلامی باتوں سے مبرا ہے۔ مسیح موعودؑ نے سچ فرمایا ہے کہ ''کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب''

جماعت احمدیہ لاہور اتحاد بین المسلمین کی قائل ہے جو تعلیم ہمیں مسیح موعود، مہدی معہود اور مجدد صد چہاردہم نے دی ہے اور تکفیر اہل قبلہ سے منع کیا ہے۔ ہم ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہتا ہو کیونکہ وہ حدیث نبویؐ کے تحت خود کافر ہو جاتا ہے اور کفر اُلٹ کر اس پر پڑ کر وہ مکفر ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی تکفیر بازی کی سختی کے ساتھ ممانعت ہے اور اللہ کا فرمان ہے کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے اس کو مت کہو کہ تم مومن نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کسی مسلمان کی تکفیر نہ کی اور اتحاد بین المسلمین پر بڑا زور دیا ہے تاکہ اہل اسلام کا زور اور قوت پوری دنیا میں بنی رہے اور اقوام عالم پر ایک اچھا اثر اور رعب بنا رہے۔ اسی لئے مسیح موعودؑ نے نبوت سے انکار کیا ہے اور انجام آتھم کے صفحہ 143 میں لکھا ہے کہ مجھے بجز خادم اسلام، خادم قرآن اور خادم خاتم النبیینؐ کے اور کوئی دعویٰ نہیں۔ اگر انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' کے صفحہ 130 پر یہ نہ لکھتے کہ:

''ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا۔''

اسی قسم کے لاکھوں اعلانات سے حضرت مرزا صاحب مسیح الزماں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور کسی کو انہوں نے ان فتوے بازمولویوں کی طرح دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خود حکم تھے۔ مامور من اللہ تھے اور محدث تھے۔ انہوں نے اور ان کی وفات کے بعد ان کے مخلص مریدوں نے سورۃ العصر کی عملی تصویر پیش کر کے حکم خداوندی کی پر خلوص تعمیل کی جس کا سلسلہ ان کی اصل جانشین جماعت احمدیہ لاہور کے ذریعہ سے نہ صرف برصغیر ہندوپاک میں بلکہ بیرونی یورپ اور مغربی ممالک میں آج بھی جاری اور ساری ہے۔ جس کی تفصیل بیان کرنے کے لئے علیحدہ سے ایک ضخیم مضمون رقم کرنے کی ضرورت ہے۔ مسیح موعودؑ کا الہام کہ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہوگا کو بھی خواجہ کمال الدین نے لندن میں لارڈ ہیڈلے الفاروق اور دیگر بڑے بڑے ذہین وفہیم لوگوں کو اور حضرت مولانا صدرالدینؒ نے برلین جرمنی میں بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو مسلمان بنا کر سچ کر دکھایا۔ اور آج بھی یہ کام جاری و ساری ہے۔

☆☆☆☆

پروفیسر جمیل عمر (مرحوم)

نصرت احمد (ملتان)

جمیل عمر میرا چھوٹا بھائی غالباً اکتوبر 1952ء میں نواب شاہ سندھ کے مشنری ہسپتال میں پیدا ہوا۔ میری عمر اس وقت 7 یا 8 سال تھی۔ والد صاحب عبدالسلام عمر ولد مولانا حکیم نورالدین صاحب نے تقسیم سے قبل آ کر کچھ زرعی زمین نور آباد ضلع نواب شاہ میں خرید لی تھی۔ سندھ کی غضب کی گرمی نہ بجلی نہ برف، سارا دن کمروں میں رہتے۔ میں نے اپنی والدہ سے قرآن شریف اور اُردو کی کتب پڑھیں۔ انگریزی ابا جان پڑھاتے تھے۔ میں بہت چھوٹی عمر میں اُردو پڑھنا سیکھ گئی۔ میرے بڑے بھائی نواب شاہ میں پڑھتے تھے میں اکثر ان سے کتب و رسالوں کی فرمائش کرتی۔ انہوں نے میرا شوق دیکھ کر نسیم حجازی کے قریباً تمام ناول مجھے لا دیئے۔ میں نے اتنی بار پڑھے کہ کئی صفحات زبانی یاد ہو گئے۔ نسیم حجازی کا مشہور ناول ''خاک وخون'' جو پارٹیشن کے سچے دلگداز واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ وہ تو مجھے زبانی یاد ہو گیا۔ مجھے یاد ہے کہ گاؤں کے چھوٹے بچے اور میرے دونوں چھوٹے بھائی مبشر عمر اور جمیل عمر جو اُس وقت بمشکل 3 سال کا ہو گا سب چار پائیوں پر بیٹھ جاتے اور میں اُس ناول کو کہانی کی شکل میں سناتی۔ اوروں کا تو مجھے یاد نہیں مگر معصوم جمیل کی آنکھوں میں دُکھی واقعات سن کر آنسو آ جاتے جن کو وہ منہ پھیر کر اپنی ننھی ہتھیلیوں سے صاف کرتا۔ اُس کا دل بہت نرم تھا۔ یہ نرمی تمام عمر اس کے ساتھ رہی۔ وقت کے ساتھ اُس کے حال میں مظلوموں، غریبوں، بے کسوں کی خدمت کا جذبہ بڑھتا ہی رہا۔ اُس کی تعلیم اور لیاقت، فزکس MSC میں گولڈ میڈل اور باہر کا سکالرشپ حاصل کیا۔ کمپیوٹر میں ماسٹر کیا۔ اُس کی قابلیت کو دیکھ کر UNO نے ملازمت کی پیشکش کی۔ معقول آمدنی ڈالرز میں ہونے لگی۔ جب پاکستان آتا تو کثرت سے ناداروں پر خرچ کرتا۔ اس نے عوامی جمہوری فارم کے نام سے پارٹی جوائن کی جس کے اکثر ممبران اسی جذبہ سے سرشار تھے۔ ان سب نے بے کس غریبوں کی بہت مدد کی، شاہدرہ میں 1947ء میں اُجڑ کر آنے والوں غریبوں نے وہاں چھوٹے چھوٹے گھر بنا لیے۔ گورنمنٹ کا حکم آیا کہ وہ جگہ لوگ چھوڑ دیں، جمیل عمر اور اُس کے ساتھیوں نے وکیلوں کی مدد سے مقدمہ جیت کر اُن غریبوں کو مالکان حقوق دلوائے۔ پھر وہاں کی نادار عورتوں جن کو سلائی آتی تھی۔ جمیل نے سلائی مشین خرید کر دیں۔ جن کا کوئی روزگار نہ تھا اُن کو اچار بنانے کی ترغیب دی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ شاید مارچ کا مہینہ تھا۔ میرے گھر ماڈل ٹاؤن میں بہت لیموں لگے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ جمیل ان سے لیموں اور سبز مرچوں کا اچار بنواؤ۔ بڑا خوش ہوا۔ مجھے کہا کہ اپنے گھر کے لیموں آپ اتار دیں، بقیہ میں منڈی سے لاتا ہوں، کئی سیر یا شاید من منڈی سے لے آیا۔ پھر تیل، مصالحہ، بوتلیں اپنے جیب سے خرچہ کر کے لایا اور ان کو دیا۔ اسی طرح دور دراز دیہاتوں میں پرائمری سکول بنائے، استاد رکھ کر دیئے، بچوں کو تعلیم دلوائی۔ ایک غریب مائی کے ہوشیار و ذہین بیٹے کو تو اتنا پڑھایا کہ وہ ہالینڈ چلا گیا۔ کتب، کاپیاں، پنسل دیگر ضروری اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتا۔ طالب علموں کو سائیکلیں خرید کر دیں۔ زلزلہ یا سیلاب زدگان کے موقعہ پر ہر پارٹی کے لوگوں کو جن میں ڈاکٹر بھی شامل تھے۔ خود لے کر موقع پر گیا اور ہر ممکن ان کی ضروریات پوری کیں۔ غرض آخری وقت تک انہی اصولوں پر قائم رہا۔ تعصب طبیعت میں بالکل نہ تھا۔ سب انسانیت کی بھلائی کے مدنظر کیا۔ کسی دُکھی کا فون آ جاتا تو بے چین ہو جاتا فوراً مدد کے لئے پہنچ جاتا۔ حتیٰ کہ ان کے لئے مزدور کا کام تک کر دیتا۔ اس کی برسی جو ہر برس 17 مارچ کو منائی جاتی ہے اس میں پروفیسر عزیز الدین ایڈیٹر Pakistan day نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ میں کوئی جمیل عمر جیسے جذبہ والا ہے۔ جس نے کبھی کوئی انعام نہ مانگا۔ نام کی تشہیر نہ کی اور نہ کبھی کوئی دینی، دنیوی ضرورت کا ذکر کیا۔ جو کیا انسانی ہمدردی کی بناء پر بلاتفریق کیا۔ کبھی اپنی مشکلات کا ہرگز ذکر نہ کیا۔ اس کی نیک جزاء تو اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

نوجوانانِ جماعت میں بڑھتے ہوئے جمود کے اسباب اور علاج

غوثیہ سلیم (دہلی)

یہ شکایت آج کل شدت سے پیدا ہو چکی ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوان طبقہ میں جمود غالب آتا جارہا ہے۔ ایک ایسی جماعت جس کا لائحہ عمل اشاعت اسلام ہو جو مخالفین اسلام کے مقابل ایک فتح نصیب لشکر کی حیثیت رکھتی ہو۔ جس کی بنیاد خدا کے فرستادہ اور مامور کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی ہو۔ اس جماعت کے نوجوان طبقہ کے لئے انتہاء سے زیادہ قابل افسوس بلکہ قابل ملامت ہے کہ وہ ایک منٹ کے ہزارویں حصہ میں بھی اپنے فرائض سے غافل ہو۔ اشاعت اسلام خدا کی مقدس امانت ہے جسے خداوند کریم نے دوبارہ اس صدی کے امام کے ذریعہ ہمارے سپرد کیا ہے اور اس امانت کی حفاظت میں ذرا سی غفلت یقیناً اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کی رضا سے کوسوں دور لے جانے کا موجب ہوگی۔ جماعتیں ہمیشہ افراد سے بنتی ہیں اور جس جماعت کے نوجوانوں میں جذبہ عمل، عزم صمیم اور استقلال ہو وہی جماعت مضبوط ہوتی ہے اور کامیابی ہمیشہ اس کے قدم چومتی ہے۔

کسی حد تک یہ ٹھیک ہے کہ جماعت کے ہر فرد میں ایک سا جوش، ولولہ، عزم اور جذبہ ایثار نہیں ہوتا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی جماعت کی اکثریت بلکہ مجنونانہ جذبہ عمل رکھنے والی اقلیت بھی کمزور طبقہ کو اپنے ساتھ لئے چلی جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ:

دیکھو لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار

مثل مشہور ہے کہ ''طاقتور کی دوستی کمزور کو بھی طاقتور بنا دیتی ہے۔''

احمدیہ جماعت توان گنت، بے پناہ حوادث اور ناقابلِ بیان مصائب میں پل کر جوان ہوئی ہے اور اب تک عوام میں اس کے خلاف غیر مبہم جذبۂ تنفر پایا جاتا ہے۔ پھر جب کہ اس خدائی ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کو بادِ سموم کے تھپیڑے اس وقت کوئی ضرر نہ پہنچا سکے جب اس کی حیثیت ایک نوزائیدہ بچہ کی تھی تو آج جبکہ اسکی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟ مگر افسوس کا مقام ہے کہ اگر ایسے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے یا کچھ نقصان پہنچ رہا ہے تو یہ نقصان اس کے اپنے نوجوانوں کے ہاتھوں سے پہنچ رہا ہے۔ اس کی رفتار اور ترقی پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ ہونے کی بجائے بہت مدہم اور سست پڑ گئی ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ دلائل اور براہین جن کے سامنے مخالفین کو سر اٹھانے کی سکت نہ تھی اور جو معترض کو لاجواب اور انگشتِ بدنداں کر کے رکھ دیتے تھے۔ ساکت اور بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں۔ کیا اب مخالفین کے ہاتھوں میں کوئی بہترین جواب آ گئے ہیں؟ کیا خدا تعالیٰ کے وہ تمام دعوے جو اس نے اپنے مامور حضرت مسیح موعودؑ سے جماعت کی ترقی اور اسلام کے غلبہ کے لئے کئے تھے ٹوٹ چکے ہیں نہیں؟ اور ہرگز نہیں۔ آج بھی ان دلائل کے اندر ہر میدان مخالفت میں غالب آنے کا سحر اور طلسم موجود ہے۔ آج بھی خدا کے وعدے بدستور قائم ہیں بلکہ بقدر کوشش پورے ہو رہے ہیں۔ لیس للا نسان الا ماسعی

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

کامیابی کام کرنے میں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے کہ:

''آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی غلام ہے۔''

مگر کھونٹی پر لٹکی ہوئی تلوار، آغوش میان میں سوئی ہوئی شمشیر نہ دشمن کا سر کاٹ سکتی ہے اور نہ ہی دشمن پر دہشت طاری کرنے کی موجب بن سکتی ہے۔ جب تک اس تلوار کو چلانے والا بازوئے ہمت نہ ہو۔ جب تک اس بازو میں دوڑنے والا خون، جذبہ شجاعت سے برق آشنا نہ ہو جب تک خون پیدا کرنے والا دل فتح نصرت کے جذبات سے سرشار نہ ہو۔

جماعت کے نوجوان طبقہ کی بے حسی اور جمود کی سب سے بڑی وجہ بے یقینی اور احساس کمتری ہے اور یہ احساس کمتری کیوں پیدا ہوا؟ اس لئے کہ وہ اس مخالفت کی تاب نہیں لا سکتے اور کمزوری کی وجہ سے جماعت کے بعض نوجوان اپنا احمدی ہونا چھپائے رکھتے ہیں اور یہ خوف ہر وقت ان پر مسلط رہتا ہے کہ کہیں یہ راز کسی پر طشت از بام نہ ہو جائے۔ اگر کسی کو ان کا احمدی ہونا معلوم ہو گیا تو خدا جانے ان کا کیا حشر ہو۔

اگر شومئی قسمت یا خوش قسمتی سے یہ راز کھل جائے تو وہ اس ایمان سے بھی محروم ہو جاتے ہیں جو ان کے دل کے کسی گوشہ میں سسک رہا ہوتا ہے اور جس پر یہ امید کی جاسکتی تھی کہ شاید کسی وقت وہ زندہ ہو کر ان کی روح کو زندہ کرنے کا موجب بن جائے۔ بعض نوجوان اپنی کمزور فطرت کو اپنی دانست میں پرکاری کا لباس پہنا کر یہ ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ:

''اجی میرے والدین تو واقعی احمدی ہیں لیکن میں آزاد خیال ہوں۔ میں کسی مجدد کو ماننے کا قائل نہیں لیکن میں کسی کو بُرا نہیں کہتا۔ ہر ایک اپنی جگہ اچھا ہے میں تو سوامی دیانند جی کو بھی بھلا آدمی سمجھتا ہوں' (برین عقل و دانش بباید گریست)

ایک واقعہ مرزا منیر احمد نصیر صاحب نے پیغام صلح میں لکھا ہے: ''مجھے اس قسم کے احمدی نوجوانوں سے اکثر سابقہ پڑا ہے اور بے شمار واقعات ایسے ہیں جن کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ میں نے اکثر غور کیا ہے کہ نوجوانوں کی اس ایمانی کمزوری کا ذمہ دار کون ہے؟

اس کی تمام تر ذمہ داری ان کے والدین پر عائد ہوتی ہے۔ اگر شروع سے ہی بچوں کی تربیت پر ذرا توجہ دی جاتی اور یہ تصور کر لیا جاتا کہ ہماری اولاد قوم کی امانت ہے۔ اسے ایک دن قومی ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا ہے تو آج اس افسوس ناک اور تلخ حقیقت کے اظہار کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔ ان کو شروع سے ہی اس ماحول میں اٹھایا جاتا کہ احمدیت ان کے رگ و پے میں فطرت ثانیہ بن کر سرایت کر جاتی۔ احمدیت کے لٹریچر سے کماحقہ واقفیت بہم پہنچائی جاتی تو وہ خود کو نہ اس قدر کمزور تصور کرتے اور نہ اتنی جلدی ایمان کا سودا عارضی مفاد سے کرنے کو تیار ہو جایا کرتے۔

اے مسلماں اپنے دل سے پوچھ، ملاں سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم''

مکرم مرزا منیر احمد نصیر صاحب نے ایک اور واقعہ پیغام صلح میں یوں لکھا ہے کہ:

''مجھے یاد ہے جب میں پونہ میں تھا تو ہماری فوجی یونٹ میں اس قسم کے تین چار چھپے ہوئے احمدی نوجوان تھے جو مجھے ملے۔ انہوں نے بہت ہی ڈرتے ڈرتے مجھ سے اقرار کیا۔ پھر بشدت مجھ سے درخواست کی کہ ان کا احمدی ہونا کسی پر بھی ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ یہ فوج ہے اور اگر کسی کو معلوم ہو گیا تو ان کی ترقی رک جائے گی اور مخالفت بھی بہت ہو گی۔ چنانچہ میں نے بھی مصلحت سمجھ کر اقرار کر لیا مگر وقتاً فوقتاً انہیں ایمان اور تقویٰ اور حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سپرد کی ہوئی خدائی امانت کی طرف توجہ دلاتا رہا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ نوجوان مجھے کہتے تھے کہ ہمارا احمدی ہونا ظاہر نہ کیا جاوے۔ وہ خود ہی علی الاعلان احمدیت کا اظہار کرنے لگے اور بعض دوستوں کو خود میرے پاس لے کر آنے لگے۔ گو اس کے

جواب میں ان کی مخالفت بھی ہوئی اور بڑے زور سے ہوئی لیکن وہ مخالفت خود بخود ہی بند ہوگئی شاید ہم اس کے عادی ہو چکے تھے یا عوام کی نظر میں ہمارا احمدی ہونا کچھ عجیب نہیں رہا تھا اور میں نے اس ایمانی غیرت کا ایک نادر نمونہ یہ دیکھا کہ انہی چار اشخاص میں سے ایک لیفٹیننٹ ہوگیا۔ دو جمعدار بن گئے اور ایک یکدم لیس سے حوالدار ہوگیا''

جب انسان کا دل مضبوط ہوتا ہے اور اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ حق و صداقت پر قائم ہے بشرطیکہ وہ ہمیشہ اپنے دل کو ٹٹولتا اور محاسبہ نفس کرتا رہتا ہو تو وہ کسی بھی میدان میں کودنے سے نہیں گھبراتا۔ ایک احمدی کی یہی شان ایمان ہے کہ مخالفت کی پراہ نہ کرتے ہوئے اعلائے کلمتہ الحق کی طرف رجوع رہے۔ بقول شاعر:

یوں کرمکِ شب تاب بھی ہے شعلہ بداماں
جو کود پڑے آگ میں پروانہ وہی ہے

ہمارے نوجوانوں کی بے حسی اور بے یقینی کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ انہیں اپنی کامیابی پر اعتماد نہ رہا۔ یقین ہی وہ دولت ہے جو دل کو زیورِ ایمان سے مزین کرتی ہے

ہماری جماعت کے ساتھ تو خدا کا وعدہ ہے کہ جس احمدی میں سچا ایمان اور کامل یقین ہوگا وہ ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گا۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس سچے ایمان کو دلوں میں پیدا کرنے کی توفیق دے اور کامل یقین کے ساتھ ہر احمدی جوان لڑکا اور لڑکی احمدیت کے ساتھ وابستہ رہ کر دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے۔ آمین

☆☆☆☆

درخواست دعا

تمام احباب جماعت سے درخواست ہے کہ ذیل میں درج احباب جماعت بیمار ہیں۔ ان تمام احباب کی صحت کاملہ کے لئے درددل سے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے ان عزیزوں کو اللہ مکمل صحت و تندرستی عطا فرمائے اور تمام احباب جماعت کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)۔ عبدالسلام صاحب (لاہور)۔ عقیل احمد صاحب (راولپنڈی)۔ صاحبزادہ سید لطیف صاحب (پشاور) چوہدری منور احمد صاحب (اوکاڑہ)۔

وفات حسرت آیات

تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ رواں ماہ سرگرم جماعتی احباب کے عزیز واقارب میں سے چند احباب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

''بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''

جن احباب وخواتین کی رواں ماہ وفات ہوئی ان کا ذکر درج ذیل ہے:

والد ہما خالد صاحبہ ''مترجم برلن رپورٹ پیغام صلح'' (لاہور)

ساس چوہدری ایاز احمد صاحب ''کارکن انجمن'' (سرگودھا)

ساس میجر (ر) اقبال احمد سیال صاحب (کراچی)

کزن شیخ عامر ممتاز صاحب (وزیرآباد)

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کو اعلیٰ درجات سے نوازے۔ آمین

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ نومبر 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

ایچ ڈبلیو آر یونیورسٹی برلین کے طلباء کی آمد

یکم نومبر۔ ایچ ڈبلیو آر یونیورسٹی برلین کے طلباء کا ایک وفد برلین اپنے استاد کے ہمراہ برلین مسجد آیا۔ یہ طلباء وہ ہیں جو یہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد پولیس افسر بنیں گے۔ اس تعلیم کے دوران ان کو قانون بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیم اور برلین مسجد کی تاریخ کے متعلق لیکچر کے بعد ان طلباء نے کافی دلچسپی سوالات کیئے جن سے ان کا اسلام اور مسلمانوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے شوق کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام مسجد برلین کا بین الاقوامی موسیقی پروگرام میں شرکت

2 نومبر۔ جنگ عظیم اول کی صد سالہ یادگار منانے کے سلسلہ میں برلین میں ایک موسیقی کے بین الاقوامی امن پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں امام برلین مسجد کو اذان دینے کی فرمائش کی گئی۔ یہ پروگرام برلین کے ایک نہایت شاندار ہال مرسڈیز بینز ارنیا میں کیا گیا۔ جس میں 7000 افراد نے شرکت کی۔ اس پروگرام کو انگلستان اور جرمنی نے تمام ٹی وی چینلز نے دکھایا۔ اس پروگرام کو دنیا میں 30 ہزار سے زائد ناظرین نے دیکھا۔

برلین کے ایک پرائمری سکول کے طلباء کی آمد

5 نومبر۔ برلین کے ایک پرائمری سکول کے طلباء کو مسجد کی تاریخ اور اس کا مسلمانوں کے لئے مذہبی اور اجتماعی اہمیت کی تفصیل بتائی۔ انہوں نے اس موقع پر طلباء نے ایک قومی نغمہ بھی سنایا۔ اس لحاظ سے طلباء نے اس موقع پر نہ صرف معلومات حاصل کیں بلکہ انہوں نے خوب لطف اُٹھایا۔

قبول اسلام

10 نومبر۔ ایک جرمن خاتون ڈینس مارٹن نے اسلام قبول کیا۔ ان کا اسلامی نام ہالہ رکھا گیا۔ ان کو قرآن مجید کا جرمن ترجمہ اور دیگر کتب تحفہ دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو نیکی پر قائم رکھے اور زندگی کی خوشیاں دکھائے۔

میئر برلین کی ایک میٹنگ میں شرکت

20 نومبر۔ ولمرس ڈورف علاقہ کے میئر جناب رائن حارڈ نومن کی صدارت میں بین المذاہب کمیٹی کا برلین مسجد میں اجلاس ہوا۔ اس دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی۔ امام مسجد برلین کو کہا گیا کہ وہ اسلام اور خاص طور پر بانی اسلام کی سیرت اور برلین مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں کے متعلق بیان کریں۔ تمام ممبران اس تقریر سے کافی مطمئن نظر آئے۔ اجلاس کی ابتدا تلاوت قرآن مجید سے ہوئی جو برلین کی سائیونا مسجد کے امام نے کی۔ بعد میں اسی امام نے رسول اکرم صلعم کی سیرت پر مختصر لیکن موثر تقریر کی۔ برلین مسجد کی طرف سے تمام شرکاء کی پر تکلف چائے سے مہمان نوازی کی گئی۔

تمام مذاہب کی کانفرنس

22 نومبر۔ برلین کے ٹاون ہال میں تمام مذاہب کے نمائندوں پر

مشتمل ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس سالانہ اجلاس میں تمام مذاہب کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس میں برلین میں موجود وزراء اور سینٹرز نے بھی شرکت کی۔

برلین مسجد میں عید میلاد النبیؐ کی تقریب

24 نومبر۔ برلین مسجد میں عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں ایک تقریب کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا۔ اس میں لوگوں نے بشمول خواتین اور بچوں کے بھرپور حصہ لیا اور اس مبارک دن کو مذہبی جوش و جذبہ سے منایا۔ امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب نے رسول اکرم صلعم کی زندگی خاص طور پر ان کے بلند اخلاق پر اظہار خیال کیا۔ ایک عرب بھائی نے عربی کا ایک معروف قصیدہ سنایا اور مختصر تقریر بھی کی۔ اس کے بعد ہمارے پرانے صوفی دوست جرمن مسلمان انجینئر خورشید احمد صاحب نے دعا کروائی۔ عزیزہ سلینہ عزیز نے لوگوں کی خاطر مدارات اور پروگرام کو کامیاب بنانے میں کافی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم میں ترقی دے۔

ایک چرچ کے وفد کی مسجد میں آمد

29 نومبر۔ برلین کے ایک چرچ ارنسٹ مورٹز ارنڈ سے ایک وفد برلین مسجد تشریف لایا۔ مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں کے متعلق مختصر بیان کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ گروپ کے سربراہ کو جرمن ترجمہ قرآن کی کاپی کا تحفہ پیش کیا گیا۔

☆☆☆☆

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

توبہ اور دعا کرنے والے پر خدا الگ تجلیات سے ظاہر ہوتا ہے

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھریوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم، رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔

دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارقِ عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنے صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں۔ مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے۔ حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔

(''اسلام''، لیکچر سیالکوٹ صفحہ نمبر 27-26)

پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 نیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے

کلام: حضرت بانی سلسلۂ احمدیہؑ

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زِندہ وَار

کہتے ہیں تثلیث کو اَب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبَا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عِزّ و وقار

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چون بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار